رمضان المبارک/ شوال المکرم 1445ھ اپریل 2024ء

جلد: 03
شمارہ: 04

عید مبارک

ویب ایڈیشن

مدنی مذاکرہ
سوال:
تنہائی میں ڈر لگتا ہو تو، کیا کریں؟
جواب:
یَا رَؤُوْفُ یَا رَؤُوْفُ
پڑھتے رہیں، فائدہ ہوگا
اِنْ شَآءَ اللہ۔

نیک بننے کا وظیفہ
جو تنہا ہزار 1000 بار
یَا اَحَدُ
پڑھے گا اِن شآءَ اللہ
وہ نیک بن جائے گا۔
(مدنی پنج سورہ، ص255)
(نوٹ: وظیفہ کے اوّل آخر ایک ایک بار دُرود شریف پڑھنا ہے۔)

(Jaundice)
یرقان سے حفاظت کا تعویذ
مکمل سورۃ البینہ لکھ کر
تعویذ بنا کر گلے میں پہنا دیجئے
اِنْ شَآءَ اللہُ الْعَزِیْز
یرقان جاتا رہے گا۔
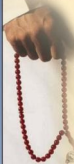
کوئی چیز نقصان نہ پہنچا سکے
اللہ پاک کے پیارے پیارے
آخری نبی صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے فرمایا:
جو شخص صبح و شام تین تین مرتبہ یہ پڑھے گا،
تو اسے کوئی چیز نقصان نہ پہنچا سکے گی:
بِسْمِ اللہِ الَّذِیْ لَا یَضُرُّ مَعَ اسْمِہٖ شَیْءٌ فِی الْاَرْضِ
وَلَا فِی السَّمَآءِ وَھُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ
(ترجمہ: اللہ کے نام سے جس کے نام کی برکت سے زمین و آسمان کی کوئی چیز
نقصان نہیں پہنچا سکتی اور وہی سنتا جانتا ہے۔)
(ترمذی، 251/5، حدیث: 3399)
(نوٹ: دعا کے اوّل آخر ایک ایک بار دُرود شریف پڑھنا ہے۔)

چیف ایڈیٹر مولانا ابو الابصار قادری عطاری | سینئر معاون مولانا ابو زین العابدین عطاری مدنی | ڈیزائنر ابو ازلان عطاری

شرعی تفتیش: مولانا مفتی محمد انس رضا عطاری مدنی دارالافتاء اہل سنت (دعوتِ اسلامی)

اپنے تاثرات (Feedback)، مشورے اور تجاویز نیچے دیئے گئے ای میل ایڈریس اور (صرف تحریراً) واٹس ایپ نمبر پر بھیجئے:

mahnamahkhawateen@dawateislami.net

پیش کش: شعبہ ماہنامہ خواتین المدینۃ العلمیۃ (اسلامک ریسرچ سینٹر) دعوتِ اسلامی

مُناجات

گناہوں سے مجھ کو بچا یاالٰہی

گناہوں سے مجھ کو بچا یاالٰہی
بُری عادتیں بھی چُھڑا یاالٰہی
خطاؤں کو میری مِٹا یاالٰہی
مجھے نیک خَصلت بنا یاالٰہی
تجھے واسِطہ سارے نبیوں کا مولیٰ
مِری بخش دے ہر خطا یاالٰہی
غَمِ مصطفٰے دے غَمِ مصطفٰے دے
ہو دردِ مدینہ عطا یاالٰہی
تجھے واسِطہ سیِّدہ آمِنہ کا
بنا عاشقِ مصطفٰے یاالٰہی
مجھے مال و دولت کی آفت نے گھیرا
بچا یاالٰہی بچا یاالٰہی
تُو عطّار کو چشمِ نَم دے کے ہر دَم
مدینے کے غم میں رُلا یاالٰہی

از: امیرِ اہلِ سنت دامت برکاتہم العالیہ
وسائلِ بخشش (مرمّم)، ص100

نعت

ایسی قدرت نے تِری صورت سنواری یارسول

ایسی قدرت نے تِری صورت سنواری یارسول
دونوں عالَم کو ہوئی یہ شکل پیاری یارسول
ہے کہاں مادَر کو اُلفت اس قدر فرزند سے
تجھ کو ہے اُمت کی جتنی پاسداری یارسول
خوابِ غفلت میں پڑے دن رات ہم سوتے رہے
تم نے کی غم میں ہمارے اَشک باری یارسول
وقتِ پیدائش شبِ مِعراج مَرقَد میں کہیں
تم نے امّت کی نہ چھوڑی غم گساری یارسول
حق کے پیارے آپ اور اُمت ہے پیاری آپ کو
اس لئے حق کو ہوئی اُمت بھی پیاری یارسول
ہر مصیبت سے بچایا تیرے نام پاک نے
تیری رحمت نے مِری حالت سنواری یارسول
ہے فقط اتنی تمنائے جمیلؔ قادری
ہو تِری خالص محبت دل میں ساری یارسول

از: مداح الحبیب مولانا جمیل الرحمٰن قادری رحمۃ اللہ علیہ
قبالۂ بخشش، ص89

63 نیک اعمال

(نیک عمل نمبر 17)

قرآنِ کریم وہ مقدس کتاب ہے جس کو اللہ پاک نے جس زبان میں نازل فرمایا وہ زبان سب سے افضل، جس مہینے میں نازل فرمایا وہ مہینا سب سے افضل، جس رات میں نازل فرمایا وہ رات ہزار مہینوں سے افضل اور جس نبی پر نازل فرمایا وہ نبی تمام نبیوں سے افضل، پھر اسی پر بس نہیں بلکہ ایک فرمانِ مصطفےٰ کے مطابق جو قرآن سیکھے سکھائے وہ باقیوں سے افضل۔[1] چنانچہ ابتدائے اسلام سے ہی ہمارے بزرگانِ دین قرآن پڑھنے پڑھانے کی اہمیت کے پیشِ نظر اس کی نہ صرف ترغیب دلاتے رہے ہیں، بلکہ انہوں نے اسے اپنا مقصدِ حیات سمجھا مثلاً حضرت ابو عبد الرحمٰن سُلَمی رحمۃ اللہ علیہ 38 سال سے زیادہ عرصے تک قرآنِ کریم پڑھاتے رہے۔[2] لہٰذا اسی جذبے سے سرشار امیرِ اہلِ سنت دامت برکاتہم العالیہ نے 63 نیک اعمال کے رسالے میں **نیک عمل نمبر 17** میں خواتین کو قرآنِ کریم پڑھنے پڑھانے کی ترغیب دلائی تاکہ یہ بھی قرآنِ پاک کی برکات سے مالامال ہو جائیں۔ وہ نیک عمل کچھ یوں ہے: **کیا آج آپ نے مدرسۃ المدینہ (بالغات) میں قرآنِ کریم پڑھا یا پڑھایا؟**

اس نیک عمل پر عمل کی برکتیں بہت زیادہ ہیں۔ مثلاً ایک روایت میں ہے: قرآن سیکھو، پھر اسے پڑھا کرو، کیونکہ جو قرآن سیکھے، اس کی قراءت کرے اور اس پر عمل کرے تو اس کی مثال اس تھیلے کی طرح ہے جس میں مشک بھرا ہو، جس کی خوشبو ہر جگہ مہک رہی ہو اور جو اسے سیکھے، پھر سویا رہے اس طرح کہ اس کے سینے میں قرآن ہو وہ اس تھیلے کی طرح ہے جو مشک پر سربند کر دیا گیا ہو۔[3] قرآنِ کریم سیکھنے والیوں کے لئے اس سے بڑھ کر خوش خبری کیا ہو سکتی ہے کہ اگر دنیا میں انہیں مکمل قرآنِ پاک سیکھنے کا موقع نہ ملا تو ان شاء اللہ مرنے کے بعد قبر میں قرآنِ کریم سکھایا جائے گا۔ جیسا کہ مشہور تابعی بزرگ حضرت عطیہ بن زید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: مجھے یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ جب بندے کی اللہ پاک سے ملاقات ہو گی اور وہ کتاب اللہ نہ سیکھ پایا تو اللہ پاک اُسے قبر میں سکھاتا ہے یہاں تک کہ اللہ پاک اس پر اسے ثواب بھی عطا فرماتا ہے۔[4] نیز اگر ہم اس نیک عمل پر عمل کریں گی تو ان شاء اللہ قرآنِ پاک بروزِ قیامت ہمارے لیے نور ہو گا، ہماری شفاعت کروائے گا اور ہماری دنیا و آخرت کی کامیابی کا ضامن ہو گا۔ جیسا کہ ایک روایت میں ہے: جس نے قرآنِ پاک سیکھا اور سکھایا اور جو کچھ قرآنِ پاک میں ہے اس پر عمل کیا تو قرآنِ کریم اس کی شفاعت کرے گا اور اس کی جنت کی طرف راہ نمائی کرے گا۔[5]

الٰہی خوب دیدے شوق قرآں کی تلاوت کا
شَرَف دے گنبدِ خضرا کے سائے میں شہادت کا

قیامت تک اجر ایک حدیث شریف میں ہے: جس نے کتابُ اللہ کی ایک آیت یا علم کا ایک باب سکھایا اللہ پاک قیامت تک اس کا اجر بڑھائے گا۔[6]

حضور غوثِ پاک قرآنِ کریم پڑھاتے تھے ہمارے بزرگانِ دین بھی قرآنِ پاک پڑھتے پڑھاتے تھے۔ مثلاً ہمارے غوثِ پاک رحمۃ اللہ علیہ دوپہر سے پہلے اور بعد دونوں وقت لوگوں کو

تفسیر، علومِ حدیث، فقہ، کلام، اصول اور نحو جبکہ ظہر کے بعد مختلف قراءتوں میں قرآنِ کریم پڑھایا کرتے تھے۔[7]

عطا ہو شوق مولا مدرسے میں آنے جانے کا
خدایا ذوق دے قرآن پڑھنے اور پڑھانے کا

الحمدللہ! عاشقانِ رسول کی دینی تحریک دعوتِ اسلامی میں قرآنِ کریم درست قواعد و مخارج کے ساتھ سیکھنے سکھانے کو اولین ترجیح حاصل ہے۔ دنیا بھر میں تعلیمِ قرآن عام کرنے کے لئے بڑی عمر کی خواتین کے لئے ہزاروں مدرسۃ المدینہ بالغات قائم ہیں۔ مدرسۃ المدینہ بالغات میں پڑھنا پڑھانا دعوتِ اسلامی کے 8 دینی کاموں میں سے روزانہ کا ایک دینی کام بھی ہے۔ مدرسۃ المدینہ بالغات میں درست مخارج کے ساتھ مدنی قاعدہ، قرآنِ پاک سکھانے کے ساتھ ساتھ کتاب نماز کے احکام سے وضو، غسل، نماز، سنتیں اور آداب، گھر درس، جائزہ اور مجلس کے اختتام کی دُعا وغیرہ کا بھی سلسلہ ہوتا ہے۔ اس کا دورانیہ 60 منٹ جبکہ گھروں میں پردے کی رعایت کے ساتھ لگنے والے مدرسۃ المدینہ بالغات کا دورانیہ 35 منٹ ہے۔ اسکولز، کالجز اور اکیڈمیز وغیرہ میں بھی پروفیشنل طبقے سے تعلق رکھنے والی خواتین کو بذریعہ آن لائن اسکائپ اور زوم علمِ دین اور تعلیمِ قرآن سے آراستہ کیا جاتا ہے۔

یہی ہے آرزو تعلیمِ قرآں عام ہو جائے
تلاوت کرنا صبح و شام میرا کام ہو جائے

قرآنِ پاک کس انداز میں پڑھنا چاہئے؟ قرآنِ کریم عربی زبان (Arabic language) میں عربی آقا صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم پر نازل ہوا۔ حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے اسے عربی لب و لہجے میں پڑھنے کا حکم کچھ یوں ارشاد فرمایا: قرآن کو عربی لب و لہجے میں پڑھو۔[8] مگر بدقسمتی سے مخارج کے ساتھ عربی لب و لہجے میں "ح اور ہ" "ذ، ز، ظ، ض" "ث، س، ص" "ء اور ع" کے فرق کے ساتھ پڑھنے والیاں بہت ہی کم ہیں۔ حالانکہ درست مخارج کے ساتھ قرآنِ کریم پڑھنا فرض ہے۔ یہی وجہ ہے کہ خواتین کے لیے دعوتِ اسلامی نے جگہ جگہ مدرسۃ المدینہ بالغات قائم کئے ہوئے ہیں تاکہ بڑی عمر کی خواتین بھی درست مخارج کے ساتھ قرآنِ پاک پڑھنا سیکھ کر سکھائیں۔ بلکہ مدرسۃ المدینہ بالغات کا مقصد ہی تجوید کے ساتھ درست طریقے سے قرآنِ پاک پڑھنا پڑھانا ہے تاکہ غلط پڑھنے کے نقصانات سے بچا جاسکے اور درست مخارج کے ساتھ قرآنِ پاک پڑھ کر اس کے فوائد و برکات حاصل کئے جاسکیں۔

کیف و سرور و لذت حاصل نہ ہو تو کہنا
تجوید کے مطابق قرآن پڑھ کے دیکھو

فرمانِ امیرِ اہلِ سنت کاش! وہ اسلامی بہنیں جو درست پڑھنا جانتی ہیں وہ دوسری اسلامی بہنوں کو پڑھائیں اور نہ جاننے والیاں ان سے سیکھیں۔ ان شاء اللہ پھر تو ہر طرف تعلیمِ قرآن کی بہار آجائے گی اور سیکھنے اور سکھانے والیوں کے لئے ثواب کا انبار لگ جائے گا۔[9]

ہمیں امیرِ اہلِ سنت دامت برکاتہم العالیہ کے جذبات کی قدر کرتے ہوئے خوب خوب درست قرآنِ پاک پڑھنا سیکھنا چاہئے، اس میں ہماری آخرت کا فائدہ ہے اور نیک اعمال کے رسالے پر عمل بھی۔ لہٰذا نیک اعمال کی ایپ ڈاؤن لوڈ کرنے کے لیے Play Store میں جا کر سرچ بار میں نیک اعمال کا رسالہ لکھ کر سرچ آپشن پر کلک کیجئے، اس طرح یہ رسالہ ڈاؤن لوڈ ہو جائے گا۔ ہر ماہ کی پہلی تاریخ کو نیک اعمال کا رسالہ Fill کرکے اپنی ذمہ دار کو جمع کروانے کا معمول بنالیجئے ان شاء اللہ دونوں جہاں کی ڈھیروں برکات حاصل ہوں گی۔

اٰمین بِجاہِ النّبیِّ الْاَمین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم

---

1 بخاری، 3/410، حدیث: 5027 2 نزہۃ القاری، 5/269 ملخصاً 3 ترمذی، 4/401، حدیث: 2885 4 موسوعہ لابن ابی الدنیا، 5/490، حدیث: 294 5 تاریخ ابن عساکر، 41/3، حدیث: 8180 6 تاریخ ابنِ عساکر، 59/290، حدیث: 12359 7 بہجۃ الاسرار، ص 225 8 معجم اوسط، 5/247، حدیث: 7223 9 نماز کے احکام، ص 212 ملتقطاً

مصیبتیں آنے کے اسباب

اُمِّ حبیبہ عطاریہ مدنیہ
معلمہ جامعۃ المدینہ گرلز فیضانِ اُمِّ عطار گلبہار سیالکوٹ

اللہ پاک قرآنِ مجید میں ارشاد فرماتا ہے: وَمَاۤ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِیْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَیْدِیْكُمْ وَیَعْفُوْا عَنْ كَثِیْرٍؕ (پ25، الشوریٰ:30) ترجمہ: اور تمہیں جو مصیبت پہنچی وہ تمہارے ہاتھوں کے کمائے ہوئے اعمال کی وجہ سے ہے اور بہت کچھ تو وہ معاف فرمادیتا ہے۔ مُراد یہ ہے کہ دنیا میں جو تکلیفیں اور مصیبتیں مومنین کو پہنچتی ہیں اکثر ان کا سبب ان کے گناہ ہوتے ہیں، ان تکلیفوں کو اللہ پاک ان کے گناہوں کا کفارہ کر دیتا ہے اور کبھی مومن کی تکلیف اُس کے رَفعِ دَرجات (درجات کی بلندی) کے لیے ہوتی ہے۔[1]

حکیمُ الاُمّت حضرت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہِ علیہ ایک بڑا ہی دلچسپ واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہِ علیہ کسی جگہ سے گزر رہے تھے، ملاحظہ فرمایا کہ ایک بچہ کیچڑ میں گر گیا ہے اور اس کے کپڑے و جسم لتھڑ گئے ہیں۔ لوگ دیکھتے ہوئے گزر جاتے ہیں، لیکن کوئی بھی اس کی پروا نہیں کرتا۔ کہیں دور سے ماں نے دیکھا، دوڑتی ہوئی آئی، دو تھپڑ بچے کے لگائے، کپڑے اتار کر دھوئے اور اسے غسل دیا۔ حضرت کو یہ دیکھ کر وجد آگیا اور فرمایا: یہی حال ہمارا اور رحمتِ الٰہی کا ہے۔ ہم گناہوں کی دلدل میں لتھڑ جاتے ہیں، کسی کو کیا پروا! مگر رحمتِ الٰہی کا دریا جوش میں آتا ہے، ہم کو مصیبتوں کے ذریعے درست کیا جاتا ہے اور توبہ و عبادات کے پانی سے غسل دے کر صاف فرماتا ہے۔[2] کفریہ کلمات کے بارے میں سوال جواب صفحہ 129 پر لکھا ہے کہ جب مہربان ماں کچھ سزا دے کر تنبیہ کر سکتی ہے تو خالق و مالک اس سے کہیں زیادہ مہربان ہے کہ بعض اوقات سزا دے کر اصلاح فرماتا ہے۔

یاد رہے! ہمیں جو بھی تکلیف اور مصیبت پہنچتی ہے اس کا کوئی نہ کوئی سبب ضرور ہوتا ہے مختصراً چند اسباب کا ذکر پیشِ خدمت ہے:

لوحِ محفوظ مصیبتیں آنے کا ایک سبب بندے پر ان مصیبتوں کا آنا لوحِ محفوظ پر لکھ دیا جانا بھی ہے۔ جیسا کہ اللہ پاک ارشاد فرماتا ہے: لَنْ یُّصِیْبَنَاۤ اِلَّا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَنَاۚ هُوَ مَوْلٰىنَاۚ وَ عَلَى اللّٰهِ فَلْیَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ(۵۱) (پ10، التوبۃ:51) ترجمہ: ہمیں وہی پہنچے گا جو اللہ نے ہمارے لیے لکھ دیا۔ ایک اور مقام پر ہے: مَاۤ اَصَابَ مِنْ مُّصِیْبَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِؕ (پ28، التغابن:11) ترجمہ: ہر مصیبت اللہ کے حکم سے ہی پہنچتی ہے۔ امام فخرُ الدین رازی رحمۃ اللہِ علیہ فرماتے ہیں: ہمیں جو بھی بھلائی، بُرائی، خوف، امید، سختی اور نرمی پہنچتی ہے وہ ہمارا مقدر ہوتا ہے جو اللہ کے پاس لکھا ہوا ہے۔[3] حضور نے ارشاد فرمایا: اللہ پاک نے ہر جان کو پیدا فرما کر اس کی زندگی، رزق اور مصیبتیں لکھ دی ہیں۔[4] ایک مقام پر قرآنِ کریم میں اللہ پاک کا ارشاد ہے: مَاۤ اَصَابَ مِنْ مُّصِیْبَةٍ فِی الْاَرْضِ وَ لَا فِیْۤ اَنْفُسِكُمْ اِلَّا فِیْ كِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَهَاؕ (پ27، الحدید:22) ترجمہ: زمین میں اور تمہاری جانوں میں جو مصیبت پہنچتی ہے وہ ہمارے اسے پیدا کرنے سے پہلے (ہی) ایک کتاب میں (لکھی ہوئی) ہے۔ یعنی زمین میں قحط پڑنے، بارش رکنے، کھیتیوں اور پھلوں کے تباہ ہونے، نیز تمہاری جانوں میں بیماریوں اور اولاد کی اموات کی جو مصیبتیں پہنچتی ہیں وہ زمین، جانوں یا مصیبت کو پیدا کرنے سے پہلے ہی لوحِ محفوظ میں لکھی ہوئی ہوتی ہیں۔[5]

مفتی احمد یار خان نعیمی فرماتے ہیں: زمینی مصیبت سے مراد قحط سالی اور مالی نقصانات ہیں۔ جانی مصیبت سے مراد بیماری،

اولاد کی موت وغیرہ۔ اس سے معلوم ہوا کہ دنیا میں ہر طرح کی مصیبتیں آئیں گی، کیونکہ یہ جگہ جنت نہیں جہاں ہر طرح کا امن ہو۔ پھر یہ مصیبت صابروں کے لئے ترقیِ درجات کا سبب بنے گی، بے صبروں کے لئے بربادیِ ایمان کا ذریعہ۔ آیت کے اس حصے اِلَّا فِیْ كِتٰبٍ کے تحت مفتی صاحب فرماتے ہیں: یعنی تم پر مصیبتیں آنا محض اتفاقاً نہیں جسے بائی چانس کہہ کر ٹال دو بلکہ یہ سب کچھ پہلے ہی طے ہو چکا ہے اور لوحِ محفوظ میں لکھا جا چکا ہے۔ ہاں! بعض مصیبتیں بعض وجہوں سے آتی ہیں مگر یہ وجہیں بھی لوحِ محفوظ میں درج ہیں کہ فلاں بندہ فلاں کام کرے گا جس کے باعث اس پر آفت آئے گی۔ لہٰذا بندہ نہ مجبورِ محض ہے نہ قادرِ مطلق۔[6]

لہٰذا جس پر کوئی مصیبت آئے اسے چاہئے کہ وہ اس بات پر یقین رکھے کہ یہ مصیبت اس کے نصیب میں لکھی ہوئی تھی اور اس بات پر بھی غور کرے کہ کہیں اس سے کوئی ایسا گناہ نہ ہوا ہو جس کے نتیجے میں اس پر یہ مصیبت آئی، نیز اللہ پاک سے یہ امید رکھے کہ وہ اس مصیبت کے سبب اس کے گناہ مٹا دے اور اس کے درجات بلند فرمادے۔ ایسا کرنے سے ذہن کو سکون نصیب ہوگا، دل کو تسلی حاصل ہوگی اور مصیبت پر صبر کرنا بھی آسان ہو جائے گا۔[7] کیونکہ مصیبتوں اور جسمانی و روحانی تکلیفوں پر اپنے نفس کو اس طرح قابو میں رکھنا کہ زبان سے کوئی بُرا لفظ نکلے نہ گھبرا کر اور پریشان حال ہو کر اِدھر اُدھر بھٹکتا بھاگتا پھرے، بلکہ بڑی بڑی آفتوں اور مصیبتوں کے سامنے ہمت و حوصلہ کے ساتھ جم کر ڈٹ جائے اسی کا نام صبر ہے۔[8]

گناہوں کے سبب مصیبتوں کا ایک سبب گناہ بھی ہیں، جیسا کہ فرمانِ الٰہی ہے: ظَهَرَ الْفَسَادُ فِی الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ اَیْدِی النَّاسِ (پ21، الروم:41) ترجمہ: خشکی اور تری میں فساد ظاہر ہو گیا ان بُرائیوں کی وجہ سے جو لوگوں کے ہاتھوں نے کمائیں۔ یعنی گناہوں کی وجہ سے لوگ ہزاروں قسم کی پریشانیوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔[9]

صحیح احادیث سے بھی ثابت ہے کہ کسی قوم میں کھلم کھلا بے حیائی پھیل جانے کی وجہ سے ان میں طاعون اور مختلف اَمراض عام ہو جاتے ہیں۔ ناپ تول میں کمی کرنے کی وجہ سے قحط آتا اور ظالم حاکم مقرر ہوتے ہیں۔ زکوٰۃ نہ دینے کی وجہ سے بارش رکتی ہے۔ اللہ پاک اور اس کے رسول کا عہد توڑنے کی وجہ سے دشمن مسلط ہو جاتا ہے۔ لوگوں کے مالوں پر جبری قبضہ کرنے کی وجہ سے اور اللہ پاک کی کتاب کے مطابق حکمرانوں کے فیصلے نہ کرنے کی وجہ سے لوگوں کے درمیان قتل و غارت گری ہوتی ہے۔ سود خوری کی وجہ سے زلزلے آتے اور شکلیں بگڑ جاتی ہیں۔[10] ایک روایت میں ہے کہ بندے کو جو چھوٹی بڑی مصیبت پہنچتی ہے وہ کسی گناہ کی وجہ سے ہی پہنچتی ہے۔[11]

امتحان اللہ پاک مصیبتوں کے ذریعے اپنے مقرب بندوں اور بندیوں کا امتحان لیتا ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا: وَ لَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَیْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَ الْجُوْعِ وَ نَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَ الْاَنْفُسِ وَ الثَّمَرٰتِؕ وَ بَشِّرِ الصّٰبِرِیْنَۙ(۱۵۵) الَّذِیْنَ اِذَاۤ اَصَابَتْهُمْ مُّصِیْبَةٌۙ قَالُوْۤا اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّاۤ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَؕ(۱۵۶) اُولٰٓىٕكَ عَلَیْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَ رَحْمَةٌ۫ وَ اُولٰٓىٕكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ(۱۵۷) (پ2، البقرۃ:155تا157) ترجمہ: اور ہم ضرور تمہیں کچھ ڈر اور بھوک سے اور کچھ مالوں اور جانوں اور پھلوں کی کمی سے آزمائیں گے اور صبر کرنے والوں کو خوشخبری سنا دو، وہ لوگ کہ جب ان پر کوئی مصیبت آتی ہے تو کہتے ہیں: ہم اللہ ہی کے ہیں اور ہم اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن پر ان کے رب کی طرف سے درود ہیں اور رحمت اور یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔

کھوٹے اور کھرے کا فرق مصیبتوں کے ذریعے کھوٹے اور کھرے کا فرق کھل کر واضح ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ ارشاد فرمایا: اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَ لَمَّا یَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِیْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ وَ یَعْلَمَ الصّٰبِرِیْنَ(۱۴۲) (پ4، اٰلِ عمرٰن:142) ترجمہ: کیا تم اس گمان میں ہو کہ تم جنت میں داخل ہو جاؤ گے حالانکہ ابھی اللہ نے تمہارے مجاہدوں کا امتحان نہیں لیا اور نہ (ہی) صبر والوں کی آزمائش کی ہے۔

خوابِ غفلت سے بیداری مصیبتیں آنے کا ایک سبب یہ بھی ہوتا ہے کہ ان کی وجہ سے انسان غفلت سے بیدار ہو اور اللہ پاک کا فرماں بردار بندہ بن جائے۔ لہٰذا زلزلہ، طوفان، سیلاب یا کسی اور مصیبت کا سامنا ہو تو اس سے عبرت حاصل کرتے ہوئے غفلت کی نیند سے بیدار ہونے کی کوشش کرنی چاہئے۔[12]

درجات کی بلندی مصیبتوں کا ایک سبب اللہ پاک کے مقرب بندوں اور بندیوں کے درجات کی بلندی بھی ہے۔ چنانچہ حضرت نوح علیہ السلام کی سینکڑوں سال کی تبلیغ کے بعد بھی اکثر قوم کا ایمان نہ لانا، حضرت ابراہیم علیہ السلام کا آگ میں ڈالا جانا، بیٹے کو قربان کرنا، حضرت ایوب علیہ السلام کو بیماری میں مبتلا کیا جانا، ان کی اولاد اور اموال کا ختم ہو جانا، حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مصر سے مدین جانا، مصر سے ہجرت کرنا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ستایا جانا اور انبیائے کرام علیہم السلام کا شہید کیا جانا یہ سب آزمائشوں کی مثالیں ہیں اور ان مقدس ہستیوں کا صبر ان کے لئے درجات کی بلندی کا سبب ہوتا ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ جب انسان کے لئے اللہ پاک کے ہاں کوئی ایسا درجہ مختص ہو جسے پانے کے لئے انسان کے اعمال ناکافی ہوں تو اللہ پاک اس کو جسم، مال یا اولاد کی مصیبتوں میں مبتلا کر دیتا ہے۔[13] ایک اور مقام پر فرمایا: اللہ پاک جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اسے تکالیف میں مبتلا کرتا ہے۔[14] صحابۂ کرام اور بزرگانِ دین کا مختلف وباؤں میں انتقال کرنا بھی اسی قسم میں داخل ہے۔[15]

گناہوں کی معافی مصیبتیں آنے کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ ان کے ذریعے اللہ پاک مسلمانوں کے گناہ مٹا دیتا ہے۔ جیسا کہ ایک روایت میں ہے: مسلمان کو جو تکلیف، رنج، ملال اور تکلیف و غم پہنچے، یہاں تک کہ اس کے پیر میں کوئی کانٹا ہی چبھے تو اللہ پاک ان کے سبب اس کے گناہ مٹا دیتا ہے۔[16] ایک اور روایت میں ہے: مسلمان مرد و عورت کے جان و مال اور اولاد میں ہمیشہ مصیبت رہتی ہے، یہاں تک کہ وہ اللہ پاک سے اس حال میں ملے گا کہ اس پر کوئی گناہ نہیں ہوگا۔[17] نیز ایک نبی نے بارگاہِ الٰہی میں عرض کی: اے میرے رب! مومن بندہ تیری فرمانبرداری کرتا اور تیری نافرمانی سے بچتا ہے (لیکن) تو اس سے دنیا لپیٹ لیتا اور اس کو آزمائشوں میں ڈالتا ہے جبکہ کافر تیری فرمانبرداری نہیں کرتا بلکہ تجھ پر اور تیری نافرمانی پر جرأت کرتا ہے لیکن تُو اس سے مصیبت کو دُور رکھتا اور اُس کے لئے دنیا کُشادہ کر دیتا ہے (آخر اس میں کیا حکمت ہے؟) اللہ پاک نے ان کی طرف وحی فرمائی: بندے بھی میرے ہیں اور مصیبت بھی میرے اختیار میں ہے اور سب میری تعریف کے ساتھ میری تسبیح کرتے ہیں۔ مومن کے ذمّہ گناہ ہوتے ہیں، میں اس سے دنیا کو دور کر کے اس کو آزمائش میں ڈالتا ہوں تو یہ (آزمائش و مصیبت) اس کے گناہوں کا کفارہ بن جاتی ہے یہاں تک کہ وہ مجھ سے ملاقات کرے گا تو میں اسے نیکیوں کا بدلہ دوں گا اور کافر کی (دنیوی اعتبار سے) کچھ نیکیاں ہوتی ہیں تو میں اُس کے لئے رزق کُشادہ کرتا اور مصیبت کو اُس سے دُور رکھتا ہوں تو یوں اُس کی نیکیوں کا بدلہ دنیا میں ہی دے دیتا ہوں یہاں تک کہ جب وہ مجھ سے ملاقات کرے گا تو میں اسے اُس کے گناہوں کی سزا دوں گا۔[18]

گناہوں کی فوری سزا ربِّ کریم مصیبتیں بھیج کر اپنے بندوں کو ان کے گناہوں کی سزا دنیا ہی میں دے دیتا ہے، جیسا کہ ایک روایت میں ہے: جب اللہ پاک کسی بندے سے بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے تو اس کے گناہ کی سزا فوری طور پر اسے دنیا میں ہی دے دیتا ہے۔[19]

جو کچھ ہیں وہ سب اپنے ہی ہاتھوں کے ہیں کرتوت
شکوہ ہے زمانے کا نہ قسمت کا گلہ ہے

مصیبت پر خواتین کا انداز کیسا ہونا چاہئے؟ ☆فی زمانہ خواتین پر جب کوئی مصیبت آ جائے چاہے جان کی ہو یا مال کی یا اولاد کی وہ بڑی بے صبری کا مظاہرہ کرتی ہیں۔ گھر میں کوئی میت ہو جائے تو میت کے گرد رونے والیاں عورتیں ہی ہوتی ہیں، کبھی

بھی مرد میت کے سرہانے نہیں روتا۔ اللہ والوں اور صحابیات سے محبت رکھنے والیوں کا یہ انداز مناسب نہیں، ان کو اللہ والوں اور والیوں کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے مصیبت کے وقت ہوش سے کام لینا چاہئے اور کسی بھی غیر شرعی کام میں ہرگز ہرگز مبتلا نہیں ہونا چاہئے، جیسا کہ ابو داود شریف میں ہے کہ حضرت اُمِّ خلاد رضی اللہ عنہا کا بیٹا جنگ میں شہید ہو گیا، آپ ان کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے لئے نقاب ڈالے بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئیں تو اِس پر کسی نے حیرت سے کہا: اس وقت بھی باپردہ ہیں! کہنے لگیں: میں نے بیٹا ضرور کھویا ہے، حیا نہیں کھوئی۔[20] ☆خوشیاں ہمیشہ نہیں رہتیں تو آزمائشیں بھی ہمیشہ نہ رہیں گی۔ وقت کا مرہم گہرے زخم بھر دیتا ہے۔ جیسے خوشیوں کا وقت گزر گیا یہ وقت بھی گزر جائے گا۔ لہٰذا کوئی مصیبت آئے تو بے صبری کا مظاہرہ نہ کرنے کے بجائے یہ خیال کیجئے کہ یہ ہماری بُرائیوں کی سزا ہے جو آخرت کی بجائے دنیا میں ہی دی جارہی ہے کہ اس سے صبر کرنا آسان ہو جائے گا۔ ☆دنیا میں ملنے والی سزا آخرت میں ملنے والی سزا سے بہت آسان ہے۔ دنیا کی مصیبت بندہ برداشت کر ہی لیتا ہے مگر آخرت کی مصیبت آسان نہ ہو گی۔ لہٰذا کوئی مصیبت آئے چاہے کتنی ہی لمبی ہو ہمت نہ ہاریئے، بلکہ خود کو تسلی دیجئے کہ ان شاء اللہ آخرت اور پھر جنت میں آرام ہی آرام نصیب ہو گا۔ ☆تقدیر پر راضی رہئے اور اپنا یہ ذہن بنایئے کہ جو آزمائش لکھ دی گئی ہے وہی پہنچی ہے اور اللہ پاک نے اس کا بہتر بدلہ تیار کر رکھا ہے۔ ☆ریسرچ کہتی ہے کہ زمانے کی تلخیاں انسان کو بدحواس کر دیتی ہیں۔ لیکن اگر انسان ثابت قدمی اختیار کرے تو مصیبت سے نجات پا سکتا ہے۔ ☆حضور کے ظاہری وصال کو یاد کرنے سے بھی مصیبت کم ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ مسلمانوں کے پہلے خلیفہ حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کسی کے انتقال پر اس کے گھر والوں سے تعزیت کرتے ہوئے فرماتے: سکون میں کوئی مصیبت نہیں، رونے دھونے کا کوئی فائدہ نہیں، موت اپنے بعد والوں کے لیے آسان اور پہلے والوں کے لیے سخت ہے۔ تم حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی وفاتِ ظاہری کو یاد کرو، تمہاری مصیبت کم ہو جائے گی اور تمہارا اجر بڑھ جائے گا۔[21] ☆مصیبت آنے پر کربلا والوں کی مصیبت کو یاد رکھئے اور خود کو سمجھایئے کہ یہ مصیبت کربلا والوں سے کئی درجے کم اور عارضی ہے۔ اسی طرح انبیائے کرام پر جو تکلیفیں آئیں، ان کو یاد کیجئے، بلکہ خود حضور نے فرمایا: جسے کوئی مصیبت پہنچے اُسے چاہئے کہ اپنی مصیبت کے مقابلے میں میری مصیبت یاد کرے کہ بے شک وہ سب مصیبتوں سے بڑھ کر ہے۔[22] حضرت ایوب علیہ السلام کا صبر تو بہت مشہور ہے، یہاں تک کہ دعائیں دی جاتی ہیں کہ اللہ پاک آپ کو صبرِ ایوب عطا فرمائے۔ اس طرح بھی اپنی مصیبت کم محسوس ہو گی اور صبر کرنا آسان ہو جائے گا۔ (صبرِ ایوب سے متعلق مزید جاننے کے لئے پچھلے شمارے میں حضرت ایوب کے معجزات سلسلے کی قسط 1 اور اس ماہنامہ میں شامل قسط 2 کو پڑھئے۔)

حقیقی صبر علامہ بدرُ الدین عینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حقیقی صبر وہ ہوتا ہے جو صدمے کے شروع میں کیا جائے ورنہ مصیبت کا وقت گزر جانے کے بعد سکون آ جانا صبر نہیں بلکہ غم کو بھول جانا ہے۔ مصیبت کے شروع میں دل کو اچانک ایسا دھچکا لگتا ہے کہ اس وقت پُرسکون رہنا اور تقدیر پر راضی رہنا حقیقی صبر ہی کے ذریعے ممکن ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ ثواب مصیبت پر نہیں ملتا، کیونکہ وہ انسان کی اختیار کی ہوئی نہیں ہوتی، البتہ ثواب اچھی نیت اور مصیبت پر صبرِ جمیل کی بدولت ملتا ہے۔[23] حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے: اگر تم صبر کرنا چاہو تو ایمان اور ثواب کی امید پر صبر کر لو ورنہ جانوروں کی طرح صبر آ ہی جائے گا۔[24]

افسوس! بعض خواتین مصیبت پر اس قدر بے صبری کر جاتی ہیں کہ معاذ اللہ ان کی زبان سے کفریہ کلمات نکل جاتے ہیں اور انہیں اس کی خبر تک نہیں ہوتی۔ مصیبت کے وقت

بولے جانے والے کفریہ کلمات کی مثال یہ ہے کہ جس شخص نے مصیبتیں پہنچنے پر کہا: اے اللہ تو نے مال لے لیا، فُلاں چیز لے لی، اب کیا کرے گا؟ اب کیا چاہتا ہے؟ یا اب کیا باقی رہ گیا؟ یہ کہنا کفر ہے۔[25] اسی طرح اگر کسی نے بیماری، بے روزگاری، غربت یا کسی مصیبت کی وجہ سے اللہ پاک پر اعتراض کرتے ہوئے کہا: اے میرے رب! تو مجھ پر کیوں ظلم کرتا ہے؟ حالانکہ میں نے تو کوئی گناہ کیا ہی نہیں، تو وہ کافر ہے۔[26]

مصیبتوں سے نجات کی تدابیر اختیار کیجئے

یاد رہے! آفتوں اور مصیبتوں سے نجات حاصل کرنے کی تدبیر کرنا اور مناسب احتیاطیں اختیار کرنا انبیائے کرام کا طریقہ رہا ہے۔ اللہ پاک کے آخری نبی صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم بھی نہ صرف خود آفتوں اور مصیبتوں سے بچنے کے لئے مناسب تدبیریں اختیار فرماتے بلکہ دوسروں کو بھی بتایا کرتے تھے، جیسا کہ حضرت عبدُاللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: رسولِ پاک صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما پر یہ کلمات پڑھ کر دم کرتے اور فرماتے: تم دونوں کے جدِ امجد حضرت اسماعیل و اسحاق علیہما السلام پر ان کلمات سے دم کیا کرتے تھے: اَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّةِ مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ وَّهَامَّةٍ وَمِنْ كُلِّ عَيْنٍ لَّامَّةٍ۔[27]

مصیبت میں یہ کلمات اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ اَللّٰهُمَّ اْجُرْنِیْ فِیْ مُصِیْبَتِیْ وَ اَخْلِفْ لِیْ خَیْراً مِّنْهَا (یعنی بے شک ہم اللہ کے لئے ہیں اور اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔ اے اللہ پاک مجھے اس مصیبت میں صبر اور اس سے بہتر بدل عطا فرما) کثرت سے پڑھئے ان شاءاللہ مصیبت سے نجات ملے گی۔[28] درد، رنج اور مصیبت میں 33 بار یَاصَبُوْرُ پڑھنے سے سکون نصیب ہو گا۔[29] ☆ بڑی مصیبت آ پڑے تو 450 مرتبہ حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْل پڑھئے اللہ پاک اُس مصیبت سے نجات عطا فرمائے گا۔ بعض لوگ روزانہ اتنی بار پڑھتے ہیں، مگر حق یہ ہے کہ ایک بار پڑھنا بھی ان شاء اللہ کافی ہو گا۔[30] ☆ تعویذاتِ عطاریہ استعمال کیجئے اور اپنی کاٹ کروایئے۔ ☆ ذِکْرُ اللہ اور درودِ پاک کی کثرت کیجئے۔ ☆ اپنے نیک اعمال کا وسیلہ بارگاہِ الٰہی میں پیش کر کے مصیبت سے چھٹکارے کی دعا کیجئے۔ ☆ کثرت سے توبہ و استغفار کیجئے۔ ☆ اللہ پاک کی ذات پر کامل بھروسا رکھئے۔ ☆ اللہ پاک کا خوف اپنے دل میں پیدا کیجئے۔ ☆ تلاوتِ قرآن کا معمول بنایئے۔ ☆ ختمِ قرآن، ختمِ بخاری اور ختمِ قادریہ کا اہتمام کیجئے۔ ☆ گھر میں اتنی آواز سے اذان دیجئے کہ صرف محارم ہی سن سکیں۔ ☆ نمازوں کی پابندی کیجئے۔ ☆ لاحول شریف کی کثرت کیجئے۔ ☆ خوب خوب صدقہ و خیرات کیجئے۔ ☆ دعا کو مومن کا ہتھیار کہا گیا ہے اور انسان جب کسی دروازے پر دستک دیتا رہے تو دروازہ کھل ہی جاتا ہے۔ دعا مشکل گھاٹیوں سے آسان منزل تک پہنچاتی ہے۔ اس لیے مصیبت آئے تو گڑگڑا کر ربِ کریم کی بارگاہِ عالی میں مصیبت سے نجات کی دعائیں کرنی چاہئیں۔ ☆ بارگاہِ الٰہی کی طرف رجوع کیجئے۔ کیونکہ اسی میں دل اور روح کا سکون ہے۔ یہ وہ چیز ہے جو اندھیرے میں روشنی کی کرن ہے۔ اللہ کریم ہمیں ہر طرح کی مصیبت و آزمائش سے محفوظ فرمائے۔

اٰمین بِجاہِ النّبیِّ الاَمین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم

---

(1) تفسیر خزائن العرفان، ص895 (2) معلمِ تقریر، ص33تا34 (3) تفسیر کبیر، 6/66 (4) ترمذی، 4/57، حدیث: 2150 ملتقطاً (5) تفسیر نسفی، ص1211 (6) نور العرفان، ص863 (7) تفسیر صراط الجنان، 9/747 (8) جنتی زیور، ص135 ملخصاً (9) تفسیر صراط الجنان، 7/453 (10) تفسیر روح البیان، 7/46تا47 ملخصاً (11) ترمذی، 5/169، حدیث: 3263 (12) تفسیر صراط الجنان، 3/411 (13) ابوداود، 3/246، حدیث: 3090 (14) بخاری، 4/4، حدیث: 5645 (15) ماہنامہ فیضانِ مدینہ جولائی 2020، ص26 (16) بخاری، 4/3، حدیث: 5641، 5642 (17) ترمذی، 4/179، حدیث: 2407 (18) احیاء العلوم، 4/162 (19) مسند امام احمد، 5/630، حدیث: 16806 (20) ابوداود، 3/9، حدیث: 2488 (21) التمہید، 8/97 (22) جمع الجوامع، 7/98، حدیث: 21346 (23) عمدۃ القاری، 6/94، تحت الحدیث: 1283 ملخصاً (24) کتاب الکبائر، ص219 (25) البحر الرائق، 5/207 (26) کفریہ کلمات کے بارے میں سوال جواب، ص179 (27) بخاری، 2/429، حدیث: 3371 (28) مسلم، ص356، حدیث: 2126 (29) مدنی پنج سورہ، ص259 (30) تفسیر نعیمی، 4/353

جادو اور اس کی حقیقت (قسط 1)

بنتِ کریم عطاریہ مدنیہ
معلمہ جامعۃ المدینہ گرلز غوثیہ عطار واہ کینٹ

حضور نبیِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: جادو کرنے اور کروانے والا ہم میں سے نہیں۔[1]

شرحِ حدیث

"ہم میں سے نہیں" اس طرح کی احادیث کا مفہوم بیان کرتے ہوئے علامہ بدرُ الدین عینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس سے مراد یہ ہے کہ وہ ہماری سیرت پر عمل کرنے والا نہیں یا ہماری دی ہوئی ہدایت پر چلنے والا نہیں اور ہمارے اخلاق سے آراستہ نہیں۔[2] یوں ہی مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ بھی فرماتے ہیں: ہماری جماعت سے یا ہمارے طریقے والوں سے یا ہمارے پیاروں سے نہیں یا ہم اس سے بیزار ہیں، وہ ہمارے مقبول لوگوں میں سے نہیں۔ یہ مطلب نہیں کہ وہ ہماری اُمّت یا ہماری مِلّت سے نہیں، کیونکہ گناہ سے انسان کافر نہیں ہوتا۔[3]

جادو (Magic) کسے کہتے ہیں؟ جادو کو عربی میں سِحر کہتے ہیں جس کے متعلق امام ابنِ حجر ہیتمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس کا لغوی معنیٰ ہے: ہر وہ چیز جو لطیف اور باریک ہو، جبکہ شرعی طور پر یہ لفظ ہر اس معاملے کے ساتھ خاص ہے جس کا سبب چھپا ہوا ہو اور اسے حقیقت کے علاوہ پر محمول کیا جائے اور یہ حقائق پر پردہ ڈالنے اور دھوکا دینے کے قائم مقام ہوتا ہے۔ جب یہ لفظ بغیر قید کے استعمال کیا جائے تو بُرا معنی مراد ہوتا ہے، بعض اوقات اس کا استعمال کسی فائدہ دینے والی اور قابلِ تعریف چیز میں ہوتا ہے مگر کسی قید کے ساتھ۔ مثلاً ایک روایت میں ہے: بلاشبہ بعض بیان جادو ہوتے ہیں۔[4] ایک مقام پر آپ فرماتے ہیں: جادو ہر اس کلام کو کہتے ہیں جو انسان یا اس کے بدن کے کسی حصے (کی حالت) کو بدل دے۔[5] حکیم الاُمّت حضرت مفتی احمد یار خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: سِحر کے لفظی معنی ہیں چھپی چیز اور شریعت میں سِحر کے معنی ہیں: خفیہ طور پر کسی چیز کو خلافِ اصل ظاہر کرنا۔[6] جادو کی ایک تعریف یہ بھی ہے کہ کسی شریر اور بدکار شخص کا مخصوص اعمال کے ذریعے عام عادت کے خلاف کوئی کام کرنا جادو کہلاتا ہے۔[7]

جادو کا حکم ہمارے معاشرے میں رائج دیگر بُرائیوں کے ساتھ ساتھ ایک بُرائی جادو کرنا اور کرانا بھی ہے۔ یاد رکھئے! جادو سیکھنا، سکھانا اور کرنا بڑا گناہ ہے۔[8]

تفسیر صراط الجنان میں ہے: جادو فرمانبردار اور نافرمان لوگوں کے درمیان امتیاز کرنے اور لوگوں کی آزمائش کے لیے نازل ہوا ہے، جو اس کو سیکھ کر اس پر عمل کرے کافر ہو جائے گا بشرطیکہ اس جادو میں ایمان کے خلاف کلمات اور کام ہوں۔ اگر کفریہ کلمات و کام نہ ہوں تو کفر کا حکم نہیں ہے۔[9] جادو کی چونکہ کئی قسمیں ہیں، لہٰذا یاد رہے کہ بعض جادو خود کفر ہیں اور بعض میں کفریہ شرطیں ہیں، بعض کفر تو نہیں مگر حرام ہیں۔[10]

جادو کی حقیقت علمائے کرام کا اس میں اختلاف ہے کہ جادو کی کوئی حقیقت بھی ہے یا نہیں؟ بعض علمائے کرام فرماتے ہیں: یہ صرف ایک خیال ہے جس کی کوئی حقیقت نہیں، جبکہ اکثر

علما کے نزدیک جادو اور اس کی تاثیر حق ہے اور اس کی حقیقت قرآن و حدیث سے ثابت ہے اور یہی صحیح ہے۔[11]
مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جادو میں ربِّ کریم نے تاثیر (یعنی اثر کرنے کی قوت) رکھی ہے جس کا ثبوت قرآنِ مجید سے ہے۔[12] البتہ! خیال رہے کہ جادو سے عقل بھی خراب کی جاسکتی ہے اور اگر جادو قوی ہو تو شکل بھی بدل جاتی ہے، فرعون کے جادوگروں نے رسّوں اور بلّوں کو سانپ بنادیا تھا مگر حقیقت تبدیل نہیں ہوتی، بعض شعبدہ باز مٹی کو روپیہ بنادیتے ہیں مگر پھر پیسہ پیسہ لوگوں سے مانگتے ہیں۔[13]

جادو اور قرآنِ پاک جادو کی حقیقت قرآن سے بھی ثابت ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے: وَمَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ ﳓ (پ1، البقرۃ:102) ترجمہ: اور سلیمان نے کفر نہ کیا بلکہ شیطان کافر ہوئے جو لوگوں کو جادو سکھاتے تھے۔

یہ آیتِ مبارکہ ان بنی اسرائیلیوں کے رَدّ میں نازل ہوئی جنہوں نے حضرت سلیمان علیہ السلام پر یہ تہمت لگائی کہ وہ جادو کے زور سے حکومت کیا کرتے تھے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کے جادوگروں والے واقعے کو بیان کرتے ہوئے اللہ پاک نے ارشاد فرمایا: فَاِذَا حِبَالُهُمْ وَعِصِیُّهُمْ یُخَیَّلُ اِلَیْهِ مِنْ سِحْرِهِمْ اَنَّهَا تَسْعٰى ﴿۶۶﴾ (پ16، طٰہٰ:66) ترجمہ: تو اچانک ان کی رسیاں اور لاٹھیاں ان کے جادو کے زور سے موسیٰ کے خیال میں یوں لگیں کہ وہ دوڑ رہی ہیں۔

حضور پر جادو کا اثر جادو کا حق ہونا احادیثِ مبارکہ سے بھی ثابت ہے۔ جیسا کہ لبید بن اعصم یہودی اور اس کی بیٹیوں نے حضور نبیِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم پر جادو کیا اور حضور کے جسمِ مبارک اور ظاہری اعضا پر اس کا اثر ہوا، البتہ دل، عقل اور اعتقاد پر کچھ اثر نہ ہوا۔ چند دنوں بعد حضرت جبریل علیہ السلام آئے اور انہوں نے عرض کی: ایک یہودی نے آپ پر جادو کیا ہے اور جادو کا جو کچھ سامان ہے وہ فلاں کنوئیں میں ایک پتھر کے نیچے دبایا ہوا ہے۔ حضور نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھیجا اور انہوں نے کنوئیں کا پانی نکالنے کے بعد پتھر اٹھایا تو اس کے نیچے سے کھجور کے درخت کے نرم حصے سے بنی ہوئی تھیلی برآمد ہوئی جس میں حضور کے وہ موئے مبارک جو کنگھی سے برآمد ہوئے تھے اور حضور کی کنگھی کے چند دندانے اور ایک ڈورا یا کمان کا چِلّہ جس میں گیارہ گرہیں لگی تھیں اور ایک موم کا پتلہ تھا جس میں گیارہ سوئیاں چبھی ہوئی تھیں۔ یہ سب سامان پتھر کے نیچے سے نکالا اور حضور کی خدمت میں حاضر کیا گیا۔ اللہ پاک نے سورۂ فلق و ناس نازل فرمائیں، ان دونوں سورتوں میں گیارہ آیتیں ہیں، پانچ سورۂ فلق میں اور چھ سورۂ ناس میں۔ ہر ایک آیت کے پڑھنے کے ساتھ ایک ایک گرہ کھلتی جاتی تھی یہاں تک کہ سب گرہیں کھل گئیں اور حضور بالکل تندرست ہوگئے۔[14]

صحابۂ کرام پر جادو کا اثر حضرت عبدُ اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما درختوں پر لگے ہوئے پھل شمار کرنے کے لئے خیبر تشریف لے گئے تو یہودیوں نے آپ پر جادو کر دیا جس سے آپ کا ہاتھ شدید متاثر ہوا تو مسلمانوں کے دوسرے خلیفہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے یہودیوں کو خیبر سے نکال دیا۔[15]

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ایک مرتبہ کسی سخت بیماری میں مبتلا ہوگئیں، ایک دن ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو اس نے عرض کی: آپ پر جادو کیا گیا ہے۔ آپ نے حیرانی کا اظہار کیا کہ مجھ پر کس نے جادو کیا ہے؟ تو اس شخص نے جادو کرنے والی کے متعلق بتایا کہ وہ ایسی ایسی ہے۔ سیدہ عائشہ فوراً پہچان گئیں کہ یہ تو فلاں باندی ہے جو میری خدمت کرتی ہے، لیکن آپ کو یقین نہ ہوا، لہٰذا آپ نے تحقیقِ حال کے لئے اسے بلا کر پوچھا کہ کیا تو نے مجھ پر جادو کیا ہے؟ تو اس نے فوراً اقرار کر لیا، جب اس سے وجہ پوچھی گئی تو وہ بولی: مجھے غلامی سے آزادی چاہئے۔ سیدہ عائشہ اپنی اس باندی سے اگرچہ بے حد خیر خواہی والا معاملہ کیا کرتی تھیں مگر اس کے ساتھ ساتھ آپ کو جادو اور جادو کرنے والوں سے بھی

بہت نفرت تھی، چنانچہ آپ نے اپنی اس جادو گر باندی کو سزا دینے کے لئے اپنے بھانجے کو حکم فرمایا کہ اسے عرب کے بُرے مالکوں کے ہاتھ بیچ دو، انہوں نے اسے بیچ دیا۔ آپ نے اس سے حاصل ہونے والی رقم کے بدلے ایک اور لونڈی خرید کر آزاد فرما دی۔ پھر کچھ عرصہ کے بعد آپ نے ایک خواب دیکھا کہ آپ تین ایسے کنوؤں کے پانی سے غسل کریں جو آپس میں ملے ہوئے ہوں تو صحت یاب ہو جائیں گی۔ لہٰذا ایسا ہی کیا ہی میں موجود ایسے کنوؤں سے پانی منگوا کر آپ نے غسل کیا تو واقعی شفایاب ہو گئیں۔(16)

اولیائے کرام پر جادو کا اثر حضرت خواجہ نصیرُ الدین محمود چراغ دہلوی رحمۃ اللہِ علیہ فرماتے ہیں: ایک جادو گر نے حضرت بابا فرید گنج شکر رحمۃ اللہِ علیہ پر جادو کر دیا جس کی وجہ سے آپ سخت بیمار ہو گئے، نہ بھوک لگتی نہ پیاس اور طبیعت پر سخت بوجھ محسوس ہوتا۔ سلطانُ المشائخ حضرت خواجہ محمد نظامُ الدین اولیا اور حضرت مولانا بدرُ الدین اسحاق رحمۃ اللہِ علیہما جادو کا پتا لگانے میں مصروف ہو گئے۔ آخر کار ایک قبر سے آٹے کا پتلا نکلا جس میں بہت سی سوئیاں چبھی ہوئی تھیں۔ دونوں حضرات آٹے کا وہ پتلا حضرت بابا فرید گنج شکر رحمۃ اللہِ علیہ کی خدمت میں لائے، جیسے جیسے سوئیاں نکالی گئیں ویسے ویسے آپ کی طبیعت میں بہتری کے آثار ظاہر ہونا شروع ہوئے یہاں تک کہ آخری سوئی نکلتے ہی آپ تندرست ہو گئے۔ پاکپتن کے حاکم نے اس جادو گر کو گرفتار کر کے آپ کی خدمت میں روانہ کر دیا کہ آپ خود ہی اس کیلئے سزا تجویز فرما دیں۔ آپ نے فرمایا: اللہ پاک نے مجھے صحت کی نعمت عطا فرمائی ہے، لہٰذا میں جادو گر کو معاف کرتا ہوں۔ جادو گر آپ کے اچھے اخلاق سے اس قدر متأثر ہوا کہ فوراً قدموں میں گر پڑا اور توبہ تائب ہو کر آپ کے مریدوں میں داخل ہو گیا۔(17)

جادو گروں سے نفرت جادو کو اسلام کے کسی بھی دور میں کبھی پذیرائی نہیں ملی، بلکہ ہر دور میں جادو اور جادو گروں سے دوری میں ہی عافیت جانی گئی ہے، جادو گروں سے نفرت کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ وہ عام طور پر ناجائز کاموں کے لئے جادو کا استعمال کرتے ہیں اور دوسری سب سے اہم وجہ یہ بھی ہے کہ بعض صورتوں میں جادو گروں کو جادو کی وجہ سے ایمان سے بھی ہاتھ دھونا پڑتا ہے۔ جس کا اندازہ ان روایات سے ہوتا ہے۔ چنانچہ

(1) ایک عورت اُمُّ المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہُ عنہا کے پاس آئی اور کہنے لگی: اے اُمُّ المومنین! جب عورت اپنے اونٹ کو باندھ دے تو اس پر کوئی حرج ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا: اس پر کوئی حرج نہیں۔ (سیدہ عائشہ چونکہ اس کی مراد نہ سمجھ پائی تھیں لہٰذا وہ عورت اپنی بات کی وضاحت کرتے ہوئے) بولی: میں نے اپنے شوہر کو عورتوں سے روک دیا ہے۔ اس پر اُمُّ المومنین نے فرمایا: اس جادو گرنی کو مجھ سے دُور کر دو۔(18)

(2) حضور کے وصالِ ظاہری کو ابھی تھوڑا ہی عرصہ ہوا تھا کہ دُوْمَۃُ الْجَنْدل کی رہنے والی ایک عورت سیدہ عائشہ صدیقہ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ وہ حضور سے مل کر جادو کے متعلق کسی چیز کے بارے میں کچھ پوچھنا چاہتی تھی، جب اس نے حضور کو نہ پایا تو اس قدر رونے لگی کہ اس پر سیدہ عائشہ کو ترس آ گیا۔ وہ عورت کہہ رہی تھی کہ مجھے اپنے ہلاک ہونے کا ڈر ہے۔ حضرت عائشہ نے اس سے واقعے کی تفصیل پوچھی تو اس نے بتایا: میرا شوہر مجھ سے دور چلا گیا تھا، یہ بات جب میں نے ایک بوڑھی عورت کو بتائی تو اس نے کہا: اگر تو وہ سب کرے جس کا میں تجھے حکم دوں تو شاید تیرا شوہر تیرے پاس لوٹ آئے۔ میں نے حامی بھر لی تو رات کے وقت وہ میرے پاس دو سیاہ کتوں کو لے کر آئی، جن پر ہم دونوں سوار ہو گئیں یہاں تک کہ شہر بابل پہنچ گئیں۔ وہاں دو آدمی اپنے پیروں سے ہوا میں لٹکے ہوئے تھے۔ انہوں نے مجھ سے میرے آنے کا مقصد پوچھا تو میں نے بتایا کہ میں جادو سیکھنا چاہتی ہوں۔ انہوں نے مجھے واپس لوٹ جانے کا کہا مگر میں نہ مانی اور جب اصرار کیا تو انہوں نے کہا: ٹھیک ہے اس تندور میں جا کر پیشاب کر۔ میں

وہاں گئی لیکن خوفزدہ ہوگئی اور پیشاب نہ کر سکی اور یونہی واپس آئی۔ جب انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ کیا تو نے پیشاب کیا؟ تو میں نے جھوٹ بول دیا کہ ہاں! اس پر انہوں نے پوچھا: کیا تو نے کوئی چیز دیکھی؟ میں نے جواب دیا: نہیں، کچھ نہیں دیکھا۔ تو وہ جان گئے کہ میں نے پیشاب نہیں کیا، لہٰذا مجھے واپس لوٹنے کا کہا۔ میں نہ مانی تو انہوں نے پھر اس تندور میں جا کر پیشاب کرنے کا کہا، اس بار بھی میں ڈر گئی، لیکن جب تیسری مرتبہ گئی اور تندور میں پیشاب کیا تو دیکھا کہ میرے اندر سے لوہے کے لباس والا ایک گھڑ سوار نکلا اور آسمان میں چلا گیا۔ میں نے واپس آکر انہیں یہ بات بتائی تو انہوں نے کہا: تو نے سچ کہا، یہ تیرا ایمان تھا جو تیرے اندر سے نکل چکا ہے، اب تو لوٹ جا۔ نیز انہوں نے اس عورت کو بتایا کہ اب سے وہ جو چاہے گی وہ ہو جائے گا۔ (آزمانے کے لئے انہوں نے) گندم کے چند دانے دے کر انہیں زمین میں بونے کا کہا۔ جب اس عورت نے وہ دانے بو کر ان سے پودے پھوٹنے کا کہا تو پودے نکل آئے۔ پھر اس کے بعد اس نے یکے بعد دیگرے فصل تیار ہونے سے لے کر روٹی بننے کا کہا تو واقعی روٹی پک کر تیار ہو گئی۔ جب اس عورت نے دیکھا کہ اس کی یہ ساری بات سن کر سیدہ عائشہ کچھ بھی نہیں بولیں تو وہ شرمندگی سے گر پڑی اور کہنے لگی: اے ام المومنین! میں نے اس کے علاوہ کبھی کچھ نہیں کیا اور نہ کبھی کچھ کروں گی۔ اس روایت کے بعد امام حاکم فرماتے ہیں کہ اس عورت کی اپنے عمل پر شرمندگی اور توبہ کو دیکھتے ہوئے اس سے یہ کہا گیا کہ اگر اس کے والدین یا ان میں سے کوئی ایک زندہ ہو تو ان کی خدمت کرے کہ یہی اس کے لیے کافی ہے۔[19] جبکہ تفسیرِ کبیر میں امام رازی فرماتے ہیں: اس کی یہ بات سن کر سیدہ عائشہ نے اس سے فرمایا کہ اس کے لئے کوئی توبہ نہیں۔[20]

ان دونوں روایات سے معلوم ہوا کہ جادو کرنے والوں کو ابتدائے اسلام سے اچھا نہیں سمجھا جاتا۔ جادو کی بعض صورتیں چونکہ کفر ہیں، لہٰذا جادوگر کی توبہ سے متعلق مزید تفصیلات اگلی کسی قسط میں بیان کی جائیں گی۔

جادو کے متعلق علمائے کرام کی آرا امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں: جادو عقل کو خراب کرتا، انسان کو بیمار اور ہلاک کر سکتا ہے۔ آپ نے فرمایا: جو جادو کے ذریعے کسی کو قتل کرے تو اس پر قصاص واجب ہے کہ یہ شیطانی کام ہے۔[21]

امام ابو عبد اللہ محمد بن احمد انصاری قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہمارے علمائے کرام فرماتے ہیں: جادوگر کے ہاتھ سے ایسی خلافِ عادت باتوں کے ظہور کا انکار نہیں کیا جا سکتا جو بندے کی قدرت میں نہیں جیسے بیماری، جدائی، عقل کا ختم ہونا اور کسی عضو کا ٹیڑھا ہو جانا وغیرہ ایسی چیزیں ہیں جن کے متعلق دلیل قائم ہے کہ بندے کا ان پر قادر ہونا ممکن ہے۔[22]

جادو کے متعلق اہلِ سنت وجماعت کا نظریہ جادو کی بہت سی اقسام ہیں۔ اہلِ سنت وجماعت نے جادو کی تمام اقسام کو تسلیم کیا ہے، مثلاً جادوگر کا ہوا میں اڑنے یا انسان کو گدھے اور گدھے کو انسان میں بدلنے پر قادر ہونا وغیرہ وغیرہ، مگر وہ کہتے ہیں: جادوگر کے مقررہ کلمات سے جادو کرتے وقت اللہ پاک ہی ان چیزوں کو پیدا فرمانے والا ہے۔ اس پر اللہ کا یہ فرمان دلیل ہے: وَمَاهُمْ بِضَآرِّیْنَ بِهٖ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِؕ (پ1، البقرۃ:102)

ترجمہ: حالانکہ وہ اس کے ذریعے کسی کو اللہ کے حکم کے بغیر کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے تھے۔[23]

جادو کے وجود کا انکار کرنا کیسا؟ اس طرح کا عقیدہ رکھنا کہ جادو کا وجود ہی نہیں، یہ تو بس یوں ہی لوگوں کی باتیں ہیں، یہ کفر ہے۔[24] جادو اور اس کی تاثیر کے حق ہونے کا اعتقاد رکھنا ضروری ہے، کیونکہ قرآن و حدیث سے اس کا وجود ثابت ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ ایک مسلمان کا یہ بھی عقیدہ ہونا چاہیے کہ یہ سب کچھ بھی اللہ پاک ہی کے پیدا کرنے اور اسی کی قدرت سے ہے۔

جادو کی تاثیر کا خالق کون؟ جادو کی تاثیر بھی ربِّ کریم کی

طرف سے ہے، وہ نہ چاہے تو کتنا ہی سخت جادو کیوں نہ ہو کوئی اثر نہیں کر سکتا۔ ہمارا نظریہ یہ ہے کہ ہر چیز اور اس کی تاثیر ربِّ کی پیدا کی ہوئی ہے۔ جیسے اگر کوئی شخص کسی کو مارے تو اگرچہ مارنا بندے کا عمل ہے، لیکن اس مارنے کا اور مارنے کی تاثیر کا پیدا کرنے والا اللہ پاک ہے۔ چنانچہ،

بعض خواتین سر درد یا کسی بھی مصیبت یا تکلیف میں مبتلا ہونے کے وقت کہنے لگتی ہیں کہ اس کا سبب جادو ہے یا کسی کی نظر لگ گئی ہے وغیرہ۔ اگر وہ جادو کو موثرِ حقیقی سمجھیں تو یہ ان کی کم علمی کی دلیل ہے، کیونکہ ماہرین کے مطابق سر میں درد کے ایک دو نہیں 100 سے زائد اسباب ہیں، جن میں سے چند یہ ہیں: کسی پریشانی میں مبتلا ہونا، نیند کی کمی، جسم میں نمکیات کی کمی، تیز دھوپ، تیز یا مدہم روشنی میں کام کرنا، تھکاوٹ، نزلہ زکام، الرجی، ٹینشن، بھوک، گرمی یا سردی لگنا وغیرہ۔ نیز انہیں یہ حدیثِ پاک بھی پیشِ نظر رکھنی چاہئے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کا فرمان ہے: تین شخص جنت میں داخل نہ ہوں گے، جن میں سے ایک جادو کی تصدیق کرنے والا بھی ہے۔[25] یعنی جادو کی تاثیر بذاتہٖ (یعنی اس کے خود بخود اثر کرنے) کا قائل ہو۔[26]

البتہ! اس عقیدے کے ساتھ ساتھ ہمیں اپنی جان و مال اور اہل و عیال کی حفاظت کے لیے احتیاطی تدابیر بھی اختیار کرنی چاہئیں۔ مثلاً جادو سے محفوظ رہنے کا ایک ذریعہ نیکیاں کرنا اور گناہوں سے دور رہنا بھی ہے، جیسا کہ حضرت ابو حفص حداد رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق منقول ہے کہ آپ پہلے پہل ایک خوبصورت باندی پر عاشق ہو کر اپنا سکھ چین کھو بیٹھے۔ کسی نے آپ کو بتایا کہ فلاں علاقے میں ایک یہودی رہتا ہے جو جادو کا ماہر ہے، وہ یقیناً تم کو تمہاری محبوبہ سے ملا دے گا۔ آپ فوراً اس یہودی کے پاس پہنچے اور اس سے اپنا تمام حال بیان کیا۔ اس یہودی نے کہا کہ تمہارا کام ہو جائے گا لیکن اس کی شرط یہ ہے کہ تم 40 دن تک کسی بھی قسم کی نیکی نہیں کرو گے، پہلے اس پر عمل کرو پھر میرے پاس آنا۔ آپ نے اس شرط کو قبول کر لیا اور 40 دن شرط کے مطابق گزارنے کے بعد آپ اس کے پاس پہنچ گئے۔ اس نے جادو کرنا شروع کیا، لیکن اس کا کوئی اثر ظاہر نہ ہوا۔ کئی مرتبہ کوشش کرنے کے بعد اس نے کہا: ہو نہ ہو، تم نے ان 40 دنوں میں کوئی نہ کوئی نیکی ضرور کی ہے، ورنہ میرا جادو کبھی ناکام نہ جاتا! ذرا سوچ کر بتاؤ! آپ نے کہا: میں نے کوئی نیکی نہیں کی، ہاں! ایک دن راستے میں پڑے ہوئے پتھر کو اس خیال سے ایک طرف کر دیا تھا کہ کوئی مسلمان اس سے ٹکرا کر زخمی نہ ہو جائے۔ یہ سن کر اس جادوگر نے کہا: افسوس ہے تم پر کہ تم نے چالیس دن تک اپنے رب کے حکم کی نافرمانی کی اور اسے فراموش کئے رکھا لیکن اس نے تمہارے ایک عمل کو بھی ضائع نہیں جانے دیا اور اس چھوٹی سی نیکی کو وہ شرفِ قبولیت بخشا کہ میرا جادو مکمل طور پر ناکام ہو گیا۔ اس بات سے آپ کے دل میں ایک آگ سی لگ گئی، فوراً توبہ کی اور اللہ پاک کی عبادت میں مشغول ہو گئے اور آخر کار درجۂ ولایت پر فائز ہوئے۔[27] اللہ پاک شریروں کے شر سے ہماری حفاظت فرمائے۔

اٰمین بِجاہِ النّبیِّ الْاَمین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم

(یہ سلسلہ جاری ہے، جادو سے حفاظت سے متعلق ان شاء اللہ اگلی کسی قسط میں تفصیلی وضاحت پیش کی جائے گی)

---

(1) مسند بزار، 9/52، حدیث: 3578 ملتقطاً (2) شرح ابوداود للعینی، 5/385، تحت الحدیث: 1439 (3) مراٰۃ المناجیح، 6/560 (4) زواجر، 2/199 (5) زواجر، 1/24 (6) تفسیر نعیمی، 1/517 (7) شرح المقاصد، 3/332 (8) ظاہری گناہوں کی معلومات، ص48 (9) تفسیر صراط الجنان، 1/179 (10) تفسیر نعیمی، 1/519 (11) زواجر، 2/200 (12) مراٰۃ المناجیح، 5/337 (13) مراٰۃ المناجیح، 4/67 (14) تفسیر خازن، 4/428، 429 ملخصاً (15) زواجر، 2/200 (16) العلاج بالاعشاب، 1/107 (17) فیضانِ بابا فرید گنجِ شکر، ص43 (18) سنن کبریٰ للبیہقی، 8/237، رقم: 16507 (19) مستدرک، 5/215، حدیث: 7344 (20) تفسیر کبیر، 1/626 (21) تفسیر بغوی، 1/63 تا 64 (22) زواجر، 2/202 (23) زواجر، 2/203 (24) نیکی کی دعوت، ص469 (25) مسند امام احمد، 7/139، حدیث: 19586 (26) مراٰۃ المناجیح، 5/337 (27) تذکرۃ الاولیاء، 1/286

حشر کے دن سایۂ عرش پانے والے

(قسط22)

قیامت کے دن جو لوگ اللہ پاک کے عرش کے سائے میں ہوں گے، اگرچہ ان کی کنفرم تعداد تو معلوم نہیں، مگر ایک محتاط اندازے کے مطابق یہ تعداد 70 سے زائد بنتی ہے۔ جیسا کہ امام جلالُ الدین سیوطی رحمۃُ اللہِ علیہ نے اپنی کتاب تَمْهِیْدُ الْفَرْشِ فِی الْخِصَالِ الْمُوْجِبَةِ لِظِلِّ الْعَرْشِ میں ان تمام احادیثِ مبارکہ کو جمع کر دیا ہے جن میں ان خوش نصیب افراد کا ذکر آیا ہے کہ وہ قیامت کے دن سایہ عرش میں ہوں گے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں کہ وہ 7 افراد جن کا ایک ہی حدیثِ پاک میں ذکر آیا ہے کہ وہ سایہ عرش پائیں گے، انہیں حضرت ابو شامہ نے ان اشعار میں کچھ یوں بیان کیا ہے:

وَقالَ النَّبِیُّ الْمُصْطَفٰی اِنَّ سَبْعَةً | ظِلُّهُمُ اللهُ الْعَظِیمُ بِظِلِّهِ

یعنی حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: بے شک سات قسم کے افراد کو اللہ پاک اپنے عرش کے سائے میں جگہ عطا فرمائے گا۔

مُحِبٌّ عَفِیْفٌ نَاشِیٌ مُتَصَدِّقٌ | وَبَاكٍ مُصَلٍّ وَالْاِمَامُ بِعَدْلِهِ

(1) اللہ پاک کیلئے محبت کرنے والا (2) پاکدامن شخص (یعنی جو خوفِ خدا کے باعث دعوتِ گناہ چھوڑ دے) (3) اللہ پاک کی عبادت میں جوانی گزارنے والا (4) چھپا کر صدقہ کرنے والا (5) ذکر اللہ کرتے ہوئے رونے والا (6) نماز پڑھنے والا اور (7) عادل حکمران۔

امام ابنِ حجر نے ذکر کئے گئے سات افراد کے علاوہ مزید سات افراد کا اضافہ فرمایا اور انہیں ان اشعار میں کچھ یوں ذکر کیا:

وَزِدْ سَبْعَةً: اِظْلَالُ غَازٍ وَعَوْنُهُ | وَاِنْظَارُ ذِیْ عُسْرٍ وَتَخْفِیْفُ حِمْلِهٖ

سایۂ عرش پانے والے مزید سات افراد یہ ہیں: (1) غازی پر سایہ کرنے والا (2) اس کا مددگار (3) قرضدار کو مہلت دینے والا اور (4) اس کا بوجھ کم کرنے والا۔

وَحَامِیُ غُزَاةٍ حِیْنَ وَلَّوْا وَعَوْنُ | ذِیْ غَرَامَةٍ حَقٍّ مَعَ مُکَاتِبِ اَهْلِهٖ

(5) غازیوں کی حمایت کرنے والا جب لوگ پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں (6) تاوان کی ادائیگی میں مستحق کا مددگار اور (7) اپنے مکاتب غلام سے تعاون کرنے والا۔

حضرت شیخ الاسلام نے کوشش فرما کر مزید 14 افراد کا اضافہ کر دیا اور ان سب کے متعلق یہ اشعار کہے:

وَزِدْ مَعَ ضِعْفِ سَبْعَتَیْنِ اِعَانَةٌ | لِاَخْرَقَ مَعْ اَخْذٍ لِحَقٍّ وَبَذْلِهٖ
وَکُرْهُ وُضُوْءٍ ثُمَّ مَشْیٌ لِمَسْجِدٍ | وَتَحْسِیْنُ خُلْقٍ ثُمَّ مَطْعَمُ فَضْلِهٖ
وَکَافِلُ ذِیْ یُتْمٍ وَاَرْمِلَةٍ وَهَبْ | وَتَاجِرُ صِدْقٍ فِی الْمَقَالِ وَفِعْلِهٖ
وَحُزْنٌ وَتَصْبِیْرٌ وَنُصْحٌ وَرَاْفَةٌ | تَرَبَّعْ بِهَا السَّبْعَاتُ فِیْ فَیْضِ فَضْلِهٖ

سایۂ عرش پانے والے مزید 14 افراد یہ ہیں: (1) ناسمجھ کو حق دلا کر اس کی مدد کرنا (2) منگتے کو عطا کرنا (3) دشواری میں وضو کرنا (4) مسجد کی طرف چلنا (5) خوش اخلاقی سے پیش آنا (6) بھوکے کو کھانا کھلانا (7) یتیم اور (8) محتاج کی کفالت کرنے والا (9) اپنی جوانی کو عبادت میں فنا کرنے والا (10) بات اور عمل میں سچا تاجر (11) غمزدہ (12) بچے کے فوت ہونے پر صبر کرنے والی (13) بادشاہ کو نصیحت کرنے والا (14) لوگوں پر نرمی کرنے والا۔ پس (پچھلوں سے مل کر) اللہ پاک کا فضل پانے والے یہ سات کے

چار گنا (یعنی 28) ہو گئے ہیں۔

امام سیوطی نے ان میں 21 افراد کا مزید اضافہ کیا تو ان کی تعداد 49 ہو گئی اور ان کا ذکر ان اشعار میں کچھ یوں فرمایا:

وَزِدْ مَعَ ضِعْفِ مَنْ يُضِيْفُ وَعِزْبَةٌ | لِاِيْتَامِهَا ثُمَّ الْقَرِيْبُ بِوَصْلِهٖ
وَعَلِمَ بِاَنَّ اللہَ مَعَهٗ وَحُبُّهٗ | لِاِجْلَالِهٖ وَالْجُوْعُ مَعَ اَهْلِ حَبْلِهٖ
وَزُهْدٌ وَتَفْرِيْجٌ وَغَضٌّ وَقُوَّةٌ | صَلَاةٌ عَلَى الْهَادِىْ وَاِحْيَاءُ فِعْلِهٖ
وَتَرْكُ رِبَا سُحْتِ زِنَا وَرِعَايَةٌ | لِشَمْسٍ وَحُكْمٌ لِلْاُنَاسِ كَمِثْلِهٖ
وَصَوْمٌ وَتَشْيِيْعٌ لِمَيْتٍ عِيَادَةٌ | فَسَبَّعَ بِهَا السَّبْعَاتُ يَا زَيْنَ اَهْلِهٖ

سایۂ عرش پانے والے مزید افراد یہ ہیں:

(1) وہ جو مہمان نوازی کرے (2) اپنے یتیم بچوں کی پرورش کرنے والی (3) صلہ رحمی کرنے والا قربِ الٰہی میں ہو گا (4) وہ جو یقین رکھے کہ اللہ پاک میرے ساتھ ہے (5) بندوں سے اللہ کی رضا کے لئے محبت کرنے والا (6) باوجودِ قدرت بھوک برداشت کرنے والا (7) دنیا سے بے رغبتی اختیار کرنے (8) مسلمانوں سے تکلیف دور کرنے (9) آنکھوں کی حفاظت کرنے (10) جوانی کو عبادت میں گزارنے (11) حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر درودِ پاک کی کثرت کرنے اور (12) سنتوں کو زندہ کرنے والے (13) حرام کاموں (14) سود اور (15) زنا سے بچنے (16) سورج کی رعایت (یعنی وقت میں نماز ادا) کرنے اور (17) اپنے ذاتی فیصلے کی طرح لوگوں کے فیصلے کرنے والے۔ (18) روزے رکھنے (19) جنازے کے ساتھ جانے (20) مریض کی عیادت کرنے والے اور (21) میت کے گھر والوں کو تسلی دینے والے! یہ سارے مل کر 21 ہو گئے۔

علامہ سیوطی نے مزید اپنی تلاش جاری رکھی اور فرمایا: 14 ایسی صفات ہیں جو عرش کا سایہ پانے کا سبب بن سکتی ہیں، چنانچہ ان کو اشعار کی صورت میں یوں ذکر فرمایا:

وَزِدْ سَبعَتَينِ الحُبُّ لِلّٰهِ بَالِغًا
وَتَطْهِيْرُ قَلْبٍ وَالْغُضُوْبُ لِأَجْلِهٖ

سایۂ عرش والے مزید 14 خصائل و اشخاص یہ ہیں: (1) اللہ پاک کے لئے محبت کرنا (2) دل کو پاک رکھنا (3) (حرام کام دیکھ کر) اللہ پاک کے لئے غصہ کرنا۔

وَحُبُّ عَلِيٍّ ثُمَّ ذِكْرُ إِنَابَةٍ
وَاَمْرٌ وَنَهْىٌ وَالدُّعَاءُ لِسُبُلِهٖ

(4) حضرت علی سے محبت کرنا (5) اللہ پاک کا ذکر کرنا (6) ذکرِ الٰہی کی طرف جلدی کرنا (7) نیکی کی دعوت دینا (8) بُرائی سے منع کرنا اور (9) اللہ پاک کی فرمانبرداری کی طرف بلانا۔

وَمِنْ اَوَّلِ الْاَنْعَامِ يَقْرَأُ غَدَاتَهٗ
وَمُسْتَغْفِرُ الْاَسْحَارِ يَا طِيْبَ فِعْلِهٖ

(10) (فجر میں یا اس کے بعد) سورۂ انعام کی پہلی 3 آیات پڑھنے والا (11) صبح میں استغفار کرنے والا، اے اپنے کام کو اچھا کرنے والے!

وَبِرٌّ وَتَرْكُ النَّمِّ وَالْحَسَدُ الَّذِىْ
يُشِيْنُ الْفَتٰى فَاشْكُرْ لِجَامِعِ شَمْلِهٖ

(12) والدین سے بھلائی کرنا (13) چغلی نہ کھانا اور (14) نوجوان کو عیب لگانے والے حسد کو چھوڑنا۔ پس تو (ذکر کی گئی خصلتوں پر شامل اس) مضمون کو جمع کرنے والے کا شکریہ ادا کر۔

امام سیوطی فرماتے ہیں: میں نے ان احادیث مبارکہ سے ان خصائل و خوبیوں کو صاف و واضح کر دیا ہے جن سے سایۂ عرش پانے والوں کی تعداد ستّر 70 بلکہ اس سے بھی زیادہ ہو گئی ہے۔ تو میں نے آخری دو اشعار کہے:

وَزِدْ بَعْدَ ذَا قَاضِى الْحَوَائِجِ صَالِحُ
الْعَبِيْدِ وَطِفْلاً وَالشَّهِيْدُ بِقَتْلِهٖ
وَأَمًّا وَتَعْلِيْمًا آذَانًا وَهِجْرَةً
فَزَادَتْ عَلَى السَّبْعِيْنَ مِنْ فَيْضِ فَضْلِهٖ

ان کے بعد دیگر افراد یہ ہیں: (1) لوگوں کی حاجات پوری کرنے والا (2) نیک غلام (3) مسلمان بچے (4) دورانِ لڑائی شہید ہونے والا (5) امامت کرنے والا (6) قرآنِ پاک پڑھانے والا (7) اذان دینے والا اور (8) ہجرت کرنے والا۔ پس یہ (پچھلوں سے مل کر) اللہ کے فضل و کرم سے 70 سے بھی زائد ہو گئے۔

حضرت ایوب علیہ السلام کے معجزات و عجائبات

(دوسری و آخری قسط)

آخر کار جب حضرت ایوب علیہ السّلام کی شفایابی کا وقت آیا تو کوئی ایسا سبب پیش آیا کہ آپ نے بارگاہِ الٰہی میں دعا کی: وَ اَیُّوْبَ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗۤ اَنِّیْ مَسَّنِیَ الضُّرُّ (پ17، الانبیاء:83) ترجمہ: اور ایوب کو (یاد کرو) جب اس نے اپنے رب کو پکارا کہ بیشک مجھے تکلیف پہنچی ہے۔ ایک مقام پر ہے کہ آپ نے یوں عرض کی: اِذْ نَادٰى رَبَّهٗۤ اَنِّیْ مَسَّنِیَ الشَّیْطٰنُ بِنُصْبٍ وَّ عَذَابٍ ﴿۴۱﴾ (پ23، ص:41) ترجمہ: اور ہمارے بندے ایوب کو یاد کرو جب اس نے اپنے رب کو پکارا کہ مجھے شیطان نے تکلیف اور ایذا پہنچائی ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ تکلیف اور ایذا سے آپ کی بیماری اور اس کی سختیاں مراد ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد بیماری کے دوران شیطان کی طرف سے ڈالے جانے والے وسوسے ہیں جو ناکام ہی ثابت ہوئے۔ حضرت ایوب علیہ السلام کی پہلی دعا سے معلوم ہوا کہ اللہ پاک کی بارگاہ میں اپنی حاجت پیش کرنا بھی دعا ہے اور اللہ پاک کی حمد و ثنا بھی دعا ہے۔ دعا کے وقت اللہ کریم کی حمد کرنا انبیائے کرام کی سنت ہے۔ دعا میں اللہ پاک کی ایسی تعریف کرنی چاہیے جو دعا کے موافق ہو، جیسے رحمت طلب کرتے وقت رحمٰن و رحیم کہہ کر پکارے۔[1]

آپ کی صحت یابی اللہ پاک نے حضرت ایوب علیہ السلام کی دعا قبول فرمالی، انہیں جو تکلیف تھی وہ دور کر دی اور اسے یوں ذکر فرمایا: فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ فَكَشَفْنَا مَا بِهٖ مِنْ ضُرٍّ (پ17، الانبیاء:84) ترجمہ: تو ہم نے اس کی دعا سن لی تو جو اس پر تکلیف تھی وہ ہم نے دور کر دی۔ پھر حکم فرمایا: اُرْكُضْ بِرِجْلِكَ ۚ هٰذَا مُغْتَسَلٌۢ بَارِدٌ وَّ شَرَابٌ ﴿۴۲﴾ (پ23، ص:42) ترجمہ: (ہم نے فرمایا:) زمین پر اپنا پاؤں مارو۔ یہ نہانے اور پینے کیلئے پانی کا ٹھنڈا چشمہ ہے۔ یعنی آپ سے زمین پر پاؤں مارنے کا فرمایا گیا، پاؤں مارنے پر ایک چشمہ ظاہر ہوا تو حکم دیا گیا کہ اس سے غسل کریں، غسل سے بدن کے ظاہری حصے کی تمام بیماریاں دور ہو گئیں، پھر پہلے مقام سے 40 قدم دور دوبارہ زمین پر پاؤں مارنے کا حکم ہوا۔ اب پاؤں مارنے سے جو چشمہ ظاہر ہوا اس کا پانی بہت ٹھنڈا تھا۔ حکمِ الٰہی سے آپ نے یہ پانی پیا تو اس سے بدن کے اندر کی تمام بیماریاں دور ہو گئیں اور آپ کو اعلیٰ درجے کی صحت و تندرستی حاصل ہوئی۔[2] یہ واقعہ شام کے علاقے جابیہ کے مقام پر پیش آیا تھا۔[3] مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: دنیا میں تین پانی بڑے افضل ہیں ان میں سے ایک وہ پانی بھی ہے جو حضرت ایوب کی ایڑی سے پیدا ہوا۔[4]

صحت ملنے کے بعد بیوی صاحبہ سے مکالمہ حضرت عبدُ اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: (شفایابی کے بعد) اللہ پاک نے حضرت ایوب علیہ السلام کو جنتی لباس پہنا دیا، اس کے بعد آپ ایک طرف ہو کر بیٹھ گئے۔ جب آپ کی بیوی صاحبہ آئیں تو انہیں پہچان نہ سکیں اور کہنے لگیں: اے اللہ کے بندے! یہاں جو آزمائش میں مبتلا شخص تھا وہ کہاں گیا؟ پریشانی میں آپ کی بیوی کو سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ کیا کہیں؟ تو آپ نے خود ہی ان سے فرمایا: تمہارا بھلا ہو، میں ہی ایوب ہوں! عرض کی: اے اللہ کے بندے! کیوں مجھ سے مذاق کر رہے ہیں؟ تو آپ نے انہیں تسلی و خوش خبری دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: میں ہی ایوب ہوں، اللہ پاک نے میرا جسم دوبارہ ٹھیک کر دیا ہے۔[5]

اموال و اولاد کی واپسی اس کے بعد اللہ پاک نے آپ کی تمام اولاد کو زندہ فرما دیا اور آپ کو اتنی ہی اولاد مزید عنایت کی۔ حضرت عبدُ اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اللہ پاک نے آپ کی بیوی کو دوبارہ جوانی عطا کی اور ان کے ہاں بہت اولاد ہوئی۔ جیسا کہ ارشاد فرمایا: وَ وَهَبْنَا لَهٗۤ اَهْلَهٗ وَ مِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِّنَّا وَ ذِكْرٰى لِاُولِی الْاَلْبَابِ ﴿۴۳﴾ (پ23، ص:43) ترجمہ: اور ہم نے اپنی رحمت کرنے اور عقلمندوں کی نصیحت کے لئے اسے اس کے گھر والے اور ان کے برابر اور عطا فرما دیئے۔

حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حضرت ایوب علیہ

السلام کے 7 لڑکے اور 7 لڑکیاں تھیں، جو سب آپ پر آنے والی آزمائش کے دنوں میں انتقال کر گئے۔ اللہ پاک کی شان دیکھئے کہ جب اللہ پاک نے حضرت ایوب علیہ السلام کی آزمائش ختم کی تو ان کی فوت شدہ اولاد کو دوبارہ زندہ فرمادیا اور انہیں مزید 7 بیٹے اور 7 بیٹیوں سے نوازا۔[6] جبکہ قصص الانبیاء میں ہے کہ اللہ پاک نے حضرت ایوب علیہ السلام کی بیوی صاحبہ کو دوبارہ جوانی بخشی اور ان کے ہاں 26 لڑکے لڑکیاں پیدا ہوئے۔ اس کے بعد حضرت ایوب علیہ السلام نے سرزمین روم میں زندگی کی 70 بہاریں دیکھیں۔[7] اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شریعت کے مطابق زندگی گزاری۔[8]

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں کہ حضرت ایوب علیہ السلام کو آزمائش سے نجات ملی تو عرض کی: الٰہی! میں نے کیسا صبر کیا؟ ارشاد ہوا: اور توفیق کس گھر سے لایا۔ عرض کی: بے شک اگر تو توفیق نہ عطا فرماتا تو میں صبر کہاں سے کرتا![9]

آپ کو آزمائش میں مبتلا کئے جانے کے مختلف اسباب منقول ہیں۔ امام نسفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اللہ پاک نے آپ کو کسی خطا کی وجہ سے نہیں بلکہ آپ کے درجات بلند کرنے کے لئے آزمائش میں مبتلا کیا تھا۔[10]

آپ کی بیوی صاحبہ پر رحمتِ الٰہی بیماری کے زمانے میں حضرت ایوب علیہ السلام کی بیوی صاحبہ ایک بار کہیں کام سے گئیں تو واپسی میں دیر ہوگئی، چونکہ آپ تکلیف و کمزوری کی وجہ سے بہت سے کام خود نہ کرپاتے تھے، صرف بیوی صاحبہ ہی مددگار تھیں، لہٰذا بیوی صاحبہ کی غیر موجودگی میں غالباً سخت آزمائش کا معاملہ آیا جس سے بے قرار ہو کر آپ نے قسم کھائی کہ میں تندرست ہو کر انہیں 100 کوڑے ماروں گا۔[11] ایک قول کے مطابق آپ کی بیوی جن کا نام رحمہ بنتِ افرائیم یا میشا بنتِ یوسف بن یعقوب بن اسحٰق بن ابراہیم علیہم السلام تھا، آپ کے لئے محنت و مزدوری کرکے خوراک مہیا فرماتی تھیں، ایک دن انہوں نے آپ کی خدمت میں زیادہ کھانا پیش کیا تو آپ کو گمان ہوا کہ شاید وہ کسی کا مال خیانت کے ذریعہ حاصل کرلائی ہیں، اس پر آپ کو غصہ آیا تو آپ نے قسم کھائی کہ 100 چھڑی ماروں گا۔ بہر حال جب آپ صحت یاب ہوئے تو اللہ پاک نے حکم دیا کہ آپ انہیں جھاڑو ماردیں اور اپنی قسم نہ توڑیں، چنانچہ آپ نے سو تیلیوں والی ایک جھاڑو لے کر اپنی بیوی صاحبہ کو ایک ہی بار ماردی۔[12] اس کا ذکر قرآن میں یوں ہے: وَخُذْ بِیَدِكَ ضِغْثًا فَاضْرِبْ بِّهٖ وَلَا تَحْنَثْؕ (پ23، ص:44) ترجمہ: اور (فرمایا) اپنے ہاتھ میں ایک جھاڑو لے کر اس سے ماردو اور قسم نہ توڑو۔ آپ کی بیوی پر اس رحمت و آسانی کا سبب یہ بیان کیا گیا ہے کہ بیماری کے زمانے میں انہوں نے اپنے شوہر کی بہت اچھی طرح خدمت کی اور آپ کے شوہر آپ سے راضی ہوئے تو اس کی برکت سے اللہ پاک نے آپ پر یہ آسانی فرمائی۔[13]

ایک اہم وضاحت عام طور پر لوگوں میں مشہور ہے کہ معاذ اللہ حضرت ایوب علیہ السلام کو کوڑھ کی بیماری ہوگئی تھی۔ چنانچہ بعض غیر معتبر کتابوں میں آپ کے کوڑھ کے بارے میں بہت سی غیر معتبر داستانیں بھی تحریر ہیں، لیکن یہ سب باتیں بالکل غلط ہیں اور ہرگز ہرگز آپ یا کوئی نبی بھی کبھی کوڑھ اور جذام کی بیماری میں مبتلا نہیں ہوا۔ اس لئے کہ یہ مسئلہ متفق علیہ (یعنی اس پر سب کا اتفاق) ہے کہ انبیائے کرام کا تمام ان بیماریوں سے محفوظ رہنا ضروری ہے جو عوام کے نزدیک باعثِ نفرت و حقارت ہیں۔ کیونکہ انبیائے کرام کا یہ فرضِ منصبی ہے کہ وہ تبلیغ و ہدایت کرتے رہیں تو ظاہر ہے کہ جب عوام ان کی بیماریوں سے نفرت کر کے ان سے دور بھاگیں گے تو بھلا تبلیغ کا فریضہ کیونکر ادا ہو سکے گا! الغرض حضرت ایوب علیہ السلام ہرگز کبھی کوڑھ اور جذام کی بیماری میں مبتلا نہیں ہوئے، بلکہ آپ کے بدن پر کچھ آبلے (چھالے) اور پھوڑے پھنسیاں نکل آئی تھیں جن سے آپ برسوں تکلیف برداشت کرتے رہے اور برابر صابر و شاکر رہے۔[14] اللہ پاک ہمیں حضرت ایوب علیہ السلام کی طرح صبر کرنے اور ان کی بیوی کی طرح شوہر کی خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اٰمین بِجاہِ النّبیِّ الاَمین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم

---

(1) سیرت الانبیاء، ص480، 481 (2) تفسیر خازن، 3/291 (3) تفسیر نسفی، ص1023 (4) مراۃ المناجیح، 8/221 (5) قصص الانبیاء، ص339 (6) تفسیر قرطبی، 6/88، جزء: 11 (7) قصص الانبیا، ص341 (8) تاریخ الانبیاء، ص147 (9) ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت، ص420 ملخصاً (10) تفسیر نسفی، ص1023 (11) تفسیر بیضاوی، 5/49 (12) فتاویٰ رضویہ، 13/526 (13) تفسیر ابو سعود، 4/444 (14) عجائب القرآن، ص181

شرح سلامِ رضا

بنتِ اشرف عطاریہ مدنیہ
ڈبل ایم اے (اردو، مطالعہ پاکستان) گوجرہ منڈی بہاؤالدین

(113)

خونِ خَیرُ الرُّسُل سے ہے جن کا خمیر
ان کی بے لوث طینت پہ لاکھوں سلام

مشکل الفاظ کے معانی **بے لوث:** بے عیب۔ **طینت:** مٹی، پیدائش۔ **خمیر:** اصل۔

مفہومِ شعر جن پاکیزہ ہستیوں کا وجود حضور کے خون سے ہوا ان کی بے عیب و بے داغ پیدائش پر لاکھوں سلام۔

شرح انسان چاہے کتنا ہی محترم اور ہر دلعزیز کیوں نہ ہو مگر اس کے بدن سے خارج ہونے والے فضلات ناپاک اور مکروہ ہی ہوتے ہیں جبکہ حضور کا پیشاب، خون اور تمام فضلات شریفہ نہ صرف پاک بلکہ باعثِ شفاہیں، یہ آپ کی خصوصیات میں سے ہے، کئی صحابہ نے حضور کا خون مبارک بطورِ تبرُّك پینے کی سعادت حاصل کی، مثلاً حضور نے اپنے پچھنے کا خون حضرت عبدُ اللہ بن زبیر رضی اللہُ عنہ کو دے کر فرمایا: اس کو ایسی جگہ لے جاکر ڈال دو جہاں کوئی دیکھ نہ پائے، تو انہوں نے وہ خون مبارک پی لیا جس کی برکت سے آپ بہت زیادہ قوت والے ہوگئے۔[1] نیز آپ کے منہ سے مشک کی خوشبو آنے لگی جو موت تک باقی رہی۔[2] جب حضور کے مبارک خون کو پینے کی برکت کا عالم یہ ہے تو ان ہستیوں کی شان کا عالم کیا ہو گا! جن کا وجود خونِ مصطفٰی سے ہوا، ان کی پیدائش بے عیب و بے داغ ہے تو ان کا بدن ہر طرح کی نجاست سے پاک وصاف ہے اور حضور کے خون سے نسبت ان کی عظمت و شان اور شرافت و پاکیزگی کا سبب ہے۔ ایک مقام پر اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں: امام حسن و حسین سے نسل چلی وہ بھی پاک نونہال ہیں جنہیں آبشار وَ یُطَهِّرَكُمْ تَطْهِیْرًا ۚ (پ22، الاحزاب: 33) (اور تمہیں پاک کرکے خوب صاف ستھرا کردے) سے پانی ملا اور نسیمِ اَخْرَجَ مِنْكُمَا كَثِیْرًا طَیِّبًا (تم دونوں سے بہت سی طیب اولاد پیدا کرے) نے نشو و نُما دیا۔ سبحانَ اللہ وہ برکت والی نسل جس کے منتہیٰ حضور سیّد الانبیاء صلی اللہُ علیہ واٰلہٖ وسلم اور وہ شجرۂ طیبہ جس کی توقیع مدح اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّ فَرْعُهَا فِی السَّمَآءِ ۙ (پ13، ابراھیم: 24) ترجمہ: جس کی جڑ قائم ہو اور اس کی شاخیں آسمان میں ہوں۔[3]

(114)

اس بتول جگر پارۂ مصطفٰی
حجلہ آرائے عفت پہ لاکھوں سلام

مشکل الفاظ کے معانی **بتول:** لقبِ فاطمۃ الزہرا۔ **جگر پارہ:** جگر کا ٹکڑا۔ **حجلہ آرا:** پالکی سنوارنے والا۔ **عفت:** پاک دامنی۔

مفہومِ شعر حضور کے جگر کے ٹکڑے یعنی حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی پاک دامنی و عفت پہ لاکھوں سلام۔

شرح سیدہ فاطمہ حضور کی لاڈلی اور سب سے پیاری شہزادی ہیں، حضور نے آپ کے متعلق ایک مرتبہ ارشاد فرمایا: فاطمہ میرے جسم کا ٹکڑا ہے جو اسے ناگوار، وہ مجھے ناگوار اور جو اسے پسند وہ مجھے پسند ہے، روزِ قیامت سوائے میرے نسب، میرے سبب اور میرے ازدواجی رشتوں کے تمام نسب ختم ہو جائیں گے۔[4]

سیدۂ کائنات رضی اللہ عنہا شرم و حیا کی پیکر اور عفت و پارسائی کا اعلیٰ نمونہ تھیں۔ آپ کی پاک دامنی کی گواہی دیتے ہوئے حضور نے ارشاد فرمایا: فاطمہ پاک دامن ہیں۔ اللہ نے ان پر اور ان کی اولاد پر دوزخ کو حرام فرمایا ہے۔[5]

(115)

جس کا آنچل نہ دیکھا مہ و مہر نے

اس ردائے نزاہت پہ لاکھوں سلام

مشکل الفاظ کے معانی **آنچل:** چادر کا کنارہ۔ **مہ و مہر:** چاند اور سورج۔ **ردا:** چادر۔ **نزاہت:** پاکیزگی۔

مفہومِ شعر جس چادر کا کنارہ تک کبھی چاند اور سورج نے نہ دیکھا ایسی پاکیزہ چادر پر لاکھوں سلام۔

شرح شرم وحیا اور پردہ کرنا خاتونِ جنت کے اعلیٰ اوصاف میں سے تھا، آپ کی شرم و حیا کا یہ عالم تھا کہ کسی غیر مرد کی نظر پڑنا تو بہت دور رہا کبھی آسمان نے بھی آپ کا ایک بال نہ دیکھا، نیز آپ نے پردے کا اہتمام زندگی میں ہی نہ رکھا بلکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو موت کے وقت وصیت فرمائی کہ جب میں دنیا سے رخصت ہو جاؤں تو رات میں دفن کرنا تاکہ کسی غیر مرد کی نظر میرے جنازے پر نہ پڑے۔[6] آپ کے اسی مقامِ حیا کی وجہ سے آپ کو یہ اعزاز ملا کہ جب قیامت کا دن ہو گا تو یہ اعلان ہو گا: اے محشر والو! اپنی نگاہیں جھکا لو کہ سیدہ فاطمہ پلِ صراط سے گزریں گی۔[7] سبحٰنَ اللہ! آپ نے ساری زندگی خود کو پردے میں رکھا تو قیامت میں اللہ پاک کی طرف سے بھی آپ کے لیے پردے کا اہتمام ہو گا۔ معلوم ہوا! پردہ قید نہیں بلکہ رب کو خوش کرنے والا ایک اعلیٰ ترین وصف ہے جو دنیا میں حیا و پاکیزگی کا سبب ہونے کے ساتھ اخروی فوائد کا بھی ضامن ہے اور دوپٹا عورت کے لیے بوجھ نہیں بلکہ اس کے سر پر سجایا ہوا ایک نورانی تاج ہے جس کی ایک ایک سِلوَٹ اس کی عزت کی محافظ ہے۔

(116)

سیدہ زاہرہ طیبہ طاہرہ

جانِ احمد کی راحت پہ لاکھوں سلام

مشکل الفاظ کے معانی **زہرہ:** کلی۔ **راحت:** آرام، سکون۔ **طیبہ:** پاکیزہ۔ **طاہرہ:** پاک دامن صاف ستھری۔

مفہومِ شعر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا پر لاکھوں سلام کہ جو تمام عالَم کی عورتوں کی سردار، جنت کی مقدس کلی، پاکیزگی کی پیکر اور حضور کے لئے باعثِ سکون ہیں۔

شرح سیدہ خاتونِ جنت کے بے شمار القابات ہیں جن میں سے چند کا ذکر یہاں اعلیٰ حضرت نے کیا۔ آپ کو سیدہ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ ایک روایت میں ہے: حسن و حسین جنتی جوانوں کے سردار اور فاطمہ تمام جہانوں کی عورتوں کی سردار ہیں۔[8] اور زاہرہ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ آپ کے بدنِ اطہر سے جنت کی خوشبو آتی تھی جس کو حضور سونگھا کرتے تھے۔[9] جبکہ طیبہ وطاہرہ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ آپ انسانی شکل میں حوروں کی طرح حیض و نفاس سے پاک تھیں۔[10] یہ آپ کی خصوصیت ہے کہ آپ کے یہاں بچے کی ولادت ہونے پر بھی آپ کی کوئی نماز قضا نہ ہوتی۔[11] آپ کا بچپن اور زندگی کا ہر لمحہ نہایت ہی پاکیزہ تھا، کیونکہ آپ نے حضور اور اپنی والدہ سیدہ خدیجہ کی آغوشِ رحمت میں تربیت پائی، آپ دن رات اپنے والدین کی پاکیزہ زبان سے پاکیزہ باتیں سنتیں، آپ نہایت عبادت گزار، متقیہ اور پاک دامن خاتون تھیں، اس لئے آپ کو عابدہ، زاہدہ اور طاہرہ کہا جاتا ہے۔[12] آپ حضور کی روح مبارکہ کا قرار، آنکھوں کی ٹھنڈک اور دل کا سکون تھیں، حضور کو آپ سے ایسی محبت تھی کہ ملاقات نہ ہونے پر بے چین ہو جاتے، سفر پر جاتے ہوئے سب سے آخر میں اور آنے کے بعد سب سے پہلے ان کے ہاں جاتے۔[13] اللہ پاک ہمیں سیدہ فاطمہ کی محبت اور ان کی سیرت پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ اٰمین بِجاہِ النّبیِّ الاَمین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم

---

1 سیر اعلام النبلاء، 4/461 2 مواہب لدنیہ، 2/77 3 مطلع القمرین، ص61
4 مستدرک، 4/144، حدیث: 4801 5 معجم کبیر، 22/407، حدیث: 1018
6 مدارج النبوت، 2/461 7 جامع صغیر، 57، حدیث: 822 8 سننِ کبریٰ للنسائی، 5/80، حدیث: 8298 9 مراٰۃ المناجیح، 8/453 10 کنز العمال، جز 12، 6/50، حدیث: 34221 11 الشرف المؤبد، ص59 12 سفینۂ نوح، 2/14 13 مراٰۃ المناجیح، 6/177

مدنی مذاکرہ

ماں باپ لڑیں تو اولاد کیا کرے؟

سوال: باپ اگر بچوں کے سامنے اُن کی ماں کو مارے تو ایسی صورت میں اولاد کو کیا کرنا چاہیے؟

جواب: باپ اگر بچوں کے سامنے اُن کی ماں کو مارے تو اُنہیں صبر کرنا چاہیے۔ نیز ایسی صورت میں بچوں کو چاہیے کہ باپ کا گریبان پکڑ کر مار دھاڑ کرنے کے بجائے حکمتِ عملی اور نرمی سے ماں باپ دونوں میں صلح کروائیں اور رشتہ داروں کو بیچ میں ڈال کر ماں کو ظُلم سے بچائیں۔ اس کے ساتھ ساتھ ماں کو باپ کی مار سے بچانے کے لیے جائز طریقے بھی اپنائیں مثلاً باپ جب ماں کو مارنے لگے تو بیچ میں آڑے آجائیں یا باپ کو پکڑ لیں اور کہیں کہ ہم آپ کو مارنے نہیں دیں گے وغیرہ۔ یاد رکھیے! بچے جائز طریقوں سے تو اپنی ماں کو باپ کے ظلم سے بچا سکتے ہیں مگر انہیں اپنے باپ کو اس طرح کی دھمکیاں دینے کی ہرگز اجازت نہیں کہ اگر ہماری ماں کو مارا تو سر پھوڑ دیں گے اور چھوڑیں گے نہیں وغیرہ وغیرہ۔

والدین میں علیحدگی کی صورت میں اولاد کیا کرے؟

سوال: والدین میں اگر علیحدگی ہو جائے تو ایسی صورت میں اولاد کیا کرے؟

جواب: والدین میں اگر علیحدگی ہو جائے تو ایسی صورت میں اولاد کو ماں باپ دونوں کے ساتھ اِنصاف کرنا چاہیے۔ اولاد کو یہ بات ذہن میں رکھنی چاہیے کہ طلاق دینے کے بعد باپ، باپ ہونے سے خارج نہیں ہو جاتا بلکہ باپ ہی رہتا ہے لہٰذا باپ کے حقوق کی ادائیگی ضروری ہے۔ چونکہ عام طور پر ماں بچوں پر حاوی ہوتی ہے اس لیے ایسے موقع پر جوان بچے ماں کا ساتھ دے کر باپ کو گھر سے نکال دیتے ہیں۔ اسی طرح بعض اوقات علیحدگی کے بعد ماں بچوں کو اپنے باپ سے ملنے جُلنے سے روکنے کے لیے اِس طرح کی دھمکیاں دیتی ہے کہ اگر اپنے باپ سے ملنے گئے تو دُودھ مُعاف نہیں کروں گی! ایسی صورت میں بچوں کو چاہیے کہ اپنی ماں کا حکم نہ مانیں، چُھپ کر باپ کے ساتھ تعلقات قائم رکھیں اور اگر باپ کو پیسوں کی ضرورت ہو تو اس کیلئے اپنی جیب اور تجوری کا منہ کھلا رکھیں کہ اس طرح کرنے سے اللہ پاک انہیں مالا مال کر دے گا۔ لڑائی جھگڑے میں اگر ماں حق پر تھی اس کے باوجود باپ نے غصے میں طلاق دے ڈالی تب بھی اولاد کو باپ کے ساتھ حُسنِ سلوک سے پیش آنا چاہیے ورنہ قیامت کا دن تو دور کی بات ہے ماں باپ کے نافرمان کو دنیا ہی میں سزا دے دی جاتی ہے۔

اَلحمدُ لِلّٰہ معاشرے میں ایسے قابلِ تحسین بچے بھی ہیں جو ماں باپ میں علیحدگی ہونے کے بعد فساد سے بچنے کے لیے ماں سے چُھپ چُھپ کر باپ کی مالی مدد کرتے اور علاج معالجے کے اخراجات اٹھاتے ہیں۔ ماں کو بھی چاہیے کہ اگر طلاق وغیرہ ہو جائے تو دل بڑا رکھے اور اولاد کو باپ کی نافرمانی کے گناہ پر نہ اُبھارے بلکہ ہو سکے تو اولاد کو یہ سمجھائے کہ میرے اور تمہارے والد کے درمیان جو کچھ ہوا اس سے صرفِ نظر کرو اور میری بھی خدمت کرو اور اپنے باپ کا بھی خیال رکھو۔ اگر اولاد نے ماں یا باپ میں سے کسی پر ظُلم کیا ہے تو قدموں میں پڑ کر معافی مانگے اور اللہ پاک سے توبہ بھی کرے۔ اکثر و بیشتر معاملہ طلاق تک نہیں پہنچتا اور ماں باپ لڑ جھگڑ کر الگ ہو جاتے ہیں ایسی صورت میں اولاد کو چاہیے کہ والدین میں صلح

کروا دے کہ قرآنِ پاک میں ہے: وَالصُّلۡحُ خَيۡرٌ (پ5، النسآء:128) ترجمہ: اور صلح بہتر ہے۔ اور اگر صلح نہ ہو پائے تو دونوں کی خدمت کرے اور ایسا ہر گز نہ ہو کہ ایک کی خدمت کرے اور دوسرے کو چھوڑ دے۔ جس طرح ماں باپ اولاد کو بچپن میں بستر گندا کرنے اور شرارتیں کر کے گھر کے برتن توڑنے کے باوجود چھوڑ نہیں دیتے کیونکہ اس وقت اولاد کو ماں باپ کی ضرورت ہوتی ہے اسی طرح اولاد کو بھی چاہیے کہ جب وہ بڑی ہو جائے تو ماں باپ سے وفا کرے اور انہیں ہرگز نہ چھوڑے کہ اس وقت ان کو بھی اولاد کی ضرورت ہوتی ہے۔

اگر والد ملنا جلنا چھوڑ دے تو اولاد کیا کرے؟

سوال: اگر والد صاحب دوسری شادی کر لیں اور پہلی زوجہ کی اولاد سے ملنا جُلنا چھوڑ دیں تو ایسی صورت میں اولاد کیا کرے؟

جواب: ایسی صورت میں پہلی زوجہ کی اولاد صبر کرے اور اپنے والد سے ملنے جُلنے کی کوشش کرے۔ اگر اولاد اپنے والد کی خدمت کرے گی تو وہ بھی ضرور اُن سے میل جول رکھیں گے۔ جو اولاد یہ کہتی ہے کہ باپ ہم سے ملتا جلتا نہیں اس لیے ہم بھی اپنے باپ سے میل جول نہیں رکھیں گے، اگر باپ دنیا سے چلا جائے تو یہی اولاد وراثت کا مال حاصل کرنے کے لیے دوڑ پڑے گی اور خواب میں بھی باپ کا چھوڑا ہوا مال لینے سے انکار نہ کرے گی۔ اگر اولاد امیر اور باپ غریب ہو تب بھی اولاد کو اللہ پاک کی رضا اور حصولِ جنت کے لیے اپنے باپ کی خدمت کرنی چاہیے۔ جنت کی کوئی قیمت نہیں کہ اُسے پیسوں اور خزانوں سے حاصل کیا جاسکے البتہ ماں باپ کی خدمت کے ذریعے اللہ پاک کو راضی کر کے حاصل کی جاسکتی ہے۔

ناراضی کی حالت میں والدین کا انتقال ہو جائے تو...؟

سوال: اگر اولاد نے اپنے والدین میں سے کسی ایک کے ساتھ روٹھنے والا انداز اختیار کیا اور اس دوران اس کا انتقال ہو گیا تو اب اولاد کو کیا کرنا چاہیے؟

جواب: ایسی صورت میں اولاد وہی کام کرے جس کا شریعت نے حکم دیا ہے۔ ان کے لیے غسل اور کفن دفن کا انتظام، دعائے مغفرت اور ایصالِ ثواب کرے۔[1]

ماں باپ کو راضی رکھنے کا طریقہ

سوال: ماں باپ کو کیسے راضی رکھا جائے؟

جواب: مبالغہ ہے کہ بچے بچے کو معلوم ہوتا ہے ماں باپ کس طرح راضی ہونگے، ظاہر ہے جو اپنے ماں باپ سے اچھا سلوک کرے، ان کی خدمت کرے، ان سے لڑائی جھگڑا نہ کرے، جو کام بولیں وہ کر دے اور ان کی فرمانبرداری کرے تو اس سے ماں باپ راضی ہونگے۔ اس کے برعکس جو اپنے ماں باپ کی نافرمانی کرے، ان سے لڑائی جھگڑا کرے، ان کو برا بھلا کہے، ان کو آنکھیں دکھائے اور ان کی بات نہ مانے تو وہ اس سے ناراض ہونگے۔ لہٰذا اپنے ماں باپ کو ناراض کرنے والے کاموں سے بچتے ہوئے انہیں خوش رکھنے والے کام کریں۔[2]

اولاد کسی صورت میں والدین سے بدتمیزی نہ کرے

سوال: اگر والدین اپنی اولاد سے کہیں کہ اب تمہاری اِس گھر میں کوئی جگہ نہیں ہے تو اولاد کو کیا کرنا چاہیے؟

جواب: اس میں اولاد کے لیے بڑی آزمائش ہے۔ اولاد کو چاہیے کہ والدین سے لڑائی نہ کرے کہ اس کی اِجازت نہیں ہے، عاجزی کرے اور رو رو کر والدین کے پاؤں پکڑ کر معافیاں مانگے۔ اگر سچی ندامت ہوئی تو اللہ پاک کی بارگاہ میں سرخروئی حاصل ہو جائے گی اور ان شاء اللہ مسئلہ حل ہو جائے گا۔ ماں باپ کو بھی ایسا نہیں کرنا چاہیے بلکہ اپنا دل نرم رکھیں، اگرچہ اولاد نے نافرمانیاں کی ہوں انہیں معاف کر دیا کریں۔ ممکن ہے آپ نے بھی اپنی جوانی میں اپنے ماں باپ کے ساتھ ایسے مسائل کیے ہوں۔ بہرحال سارے ماں باپ ایسے نہیں ہوتے کوئی کوئی ایسا ہوتا ہو گا لہٰذا الٹرائی لڑائی معاف کر وا اپنا دل صاف کر و اسی میں آخرت کی بھلائی ہے۔[3]

---

1 ملفوظاتِ امیر اہلِ سنت، 1/187 تا 189 2 ملفوظاتِ امیر اہلِ سنت، 2/41
3 ملفوظاتِ امیر اہلِ سنت، 2/309

بیٹی کیوں پیدا ہوئی؟

اُمِّ میلاد عطاریہ*

زمانۂ جاہلیت میں جب کسی شخص کی بیوی کے ہاں بچے کی ولادت کے آثار ظاہر ہوتے تو وہ شخص بچہ پیدا ہو جانے تک اپنی قوم سے چھپا رہتا، پھر اگر اسے معلوم ہوتا کہ بیٹا پیدا ہوا ہے تو وہ خوش ہو جاتا اور اپنی قوم کے سامنے آجاتا اور جب اسے پتا چلتا کہ اس کے ہاں بیٹی پیدا ہوئی ہے تو وہ غمزدہ ہو جاتا اور شرم کے مارے کئی دنوں تک لوگوں کے سامنے نہ آتا اور اس دوران غور کرتا رہتا کہ اس بیٹی کے ساتھ وہ کیا کرے؟ آیا ذلت برداشت کر کے اس بیٹی کو اپنے پاس رکھے یا اسے زندہ دفن کر دے جیسا کہ مُضَر، خُزَاعہ اور تمیم قبیلے کے کئی لوگ اپنی لڑکیوں کو زندہ دفن کر دیتے تھے۔(1)

لڑکی پیدا ہونے پر رنج کرنا کافروں کا طریقہ ہے، فِی زمانہ مسلمانوں میں بھی بیٹی پیدا ہونے پر غمزدہ ہو جانے، چہرے سے خوشی کا اظہار نہ ہونے، مبارک باد ملنے پر جھینپ جانے، مبارک باد دینے والے کو باتیں سنا دینے، بیٹی کی ولادت کی خوشی میں مٹھائی بانٹنے میں شرم محسوس کرنے، صرف بیٹیاں پیدا ہونے کی وجہ سے ماؤں پر ظلم و ستم کرنے اور انہیں طلاقیں دے دینے تک کی وبا پھوٹ نکلی ہے۔

کراچی میں ایک بیٹی کی شادی ہوئی، 11 ماہ بعد بیٹی ہوئی۔ اسی بات پر اسے مارا جانے لگا اور بالآخر گھر سے نکال دیا گیا۔ لاہور میں ایک بیٹی کی شادی ہوئی، ساس کا مطالبہ تھا کہ بیٹا ہی ہونا چاہئے لہٰذا زبردستی حمل میں الٹرا ساؤنڈ کروایا جس میں بیٹی تشخیص ہوئی تو بے چاری خاتون پر ظلم شروع کر دیا گیا جیسے جنس کا طے کرنا کسی عورت کے بس کی بات ہو۔

یہاں تک کہ جب ولادت ہوئی تو ہونے والی بچی پر بھی ظلم وستم کیا گیا تین دن کی بچی پر برف کا کٹورا رکھ دیا کہ کسی طرح مر جائے۔ جب کچھ بس نہ چلا تو ساس نے جو خود بھی ایک

عورت ہی ہے بیٹے کو کہہ کر زبردستی اپنی بہو کو طلاق دلوادی۔

حالانکہ بیٹی پیدا ہونے اور اس کی پرورش کرنے کے کئی فضائل ہیں، رسولِ کریم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: جب کسی شخص کے ہاں بیٹی پیدا ہوتی ہے تو اللہ پاک اس کے ہاں فرشتوں کو بھیجتا ہے، وہ آکر کہتے ہیں: اے گھر والو! تم پر سلامتی نازل ہو، پھر اس بیٹی کا اپنے پروں سے اِحاطہ کر لیتے ہیں اور اس کے سر پر اپنے ہاتھ پھیرتے ہوئے کہتے ہیں ایک کمزور دوسری کمزور سے پیدا ہوئی ہے، جو اس کی کفالت کرے گا تو قیامت کے دن تک اس کی مدد کی جائے گی۔[2]

حضرت عبدُاللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: جس شخص کے ہاں بیٹی پیدا ہو اور وہ اسے زندہ دفن نہ کرے، اُسے ذلیل نہ سمجھے اور اپنے بیٹوں کو اس پر ترجیح نہ دے تو اللہ پاک اسے جنت میں داخل کرے گا۔[3]

بیٹی تو اللہ پاک کی رحمت ہوتی ہے۔ پیارے آقا کریم تو اپنی بیٹی سے بہت محبت فرماتے تھے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو آنکھوں کی ٹھنڈک فرمایا۔ اُمُّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: جب خاتُونِ جنَّت حضرت فاطمۃُ الزہراء رضی اللہ عنہا حُضُور اکرم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کی خدمت میں حاضر ہوتیں۔ تو آپ ان کے لئے کھڑے ہو جاتے اور ان کا ہاتھ پکڑتے اس پر بوسہ دیتے اور اپنی جگہ ان کو بٹھاتے۔[4]

اے کاش! پیارے آقا صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کی سیرت پر عمل کرنے کا جذبہ ہمارے اندر پیدا ہو جائے۔

وہ شاخ ہے نہ پھول اگر تتلیاں نہ ہوں
وہ گھر بھی کوئی گھر ہے جہاں بچیاں نہ ہوں

بیٹی کی قدر کی جائے تو وہ بہت محبت کرنے والی ہوتی ہے۔ ماں باپ اپنی بیٹی کے ساتھ حسنِ سلوک کریں اسی طرح ساس سسر گھر میں آنے والی بہو کو بیٹی جیسا مان اور عزت دیں تو نہ صرف گھر امن و سکون کا گہوارہ بنا رہے گا بلکہ یہ بیٹی اپنی اولاد کو بھی اپنی ساس اور سسر کی عزت و تکریم اور پیار و محبت کا درس دے گی جس سے نسلیں سنور جائیں گی۔ لیکن اگر معاملہ اس کے برعکس ہو اور بہو کو اپنانے کے بجائے ظلم و ستم کا برتاؤ کیا جائے تو ساس کو سوچ لینا چاہئے کہ میرے اس طرزِ عمل سے کسی اور کی ایک بیٹی نہیں بلکہ اس سے وابستہ افراد کی دنیا ویران ہونے کے ساتھ آپ کا خاندان بھی اجڑ جائے گا۔

خواتین کی ایک تعداد ہے کہ جب بیٹے کی شادی ہوتی ہے تو بیٹے کی محبت تقسیم ہونے کے بعد وہ اس کو برداشت نہیں کر پاتیں اور بیٹے کا رجحان بہو کی طرف زیادہ دیکھ کر بہو سے حسد کرتی ہیں۔ اور وہ بہو کے خلاف بیٹے کے کان بھرتی رہتی ہیں۔ آہستہ آہستہ اس کے دل میں اپنی بیوی کے لئے نفرت پیدا ہو جاتی ہے۔ پھر وہ اپنی بیوی کو ذہنی و جسمانی اذیت پہنچاتا ہے اور نوبت طلاق تک پہنچ جاتی ہے۔ اسی طرح نند بھائی کی محبت تقسیم ہو جانے پر بھائی کے کان بھرتی رہتی ہے اور یہ بھول جاتی ہے کہ اسے بھی کسی گھر کی بہو بننا ہے، اگر اس کے ساتھ بھی یہ ہی سب معاملات ہوں تو اسے کیسا لگے گا؟

ہم دینِ اسلام کے ماننے والے ہیں، اسلام تو امن و آشتی، تکریمِ انسانی اور احترامِ مسلم کا درس دیتا ہے۔ انسان تو انسان جانوروں پر بھی ظلم کرنے سے منع کرتا ہے۔ اے کاش ہمیں اسلامی تعلیمات کو عملی طور پر اپنانے کا جذبہ مل جائے اور ہم ان تمام باتوں سے اپنے آپ کو بچا کر شریعت کے عین مطابق زندگی گزارنے میں کامیاب ہو جائیں۔

اٰمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم

(1) خازن، النحل، تحت الآیۃ:59، 3/127، 128 ملخصاً (2) معجم صغیر، 1/30
(3) ابوداؤد، 4/435، حدیث:5146 (4) ابوداؤد، 4/454، حدیث:5217۔

اسلامی بہنوں کے شرعی مسائل

مفتی محمد قاسم عطاری

1 عورت کے سر سے جدا ہونے والے بالوں کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ عورتوں کے کنگھا کرنے یا سر دھونے میں جو بال سر سے جُدا ہو جائیں، ان کے بارے میں شریعتِ مطہرہ کا کیا حکم ہے؟

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَایَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

عورتوں کے کنگھا کرنے یا سر دھونے میں جو بال سر سے جُدا ہو جائیں، ان کے بارے میں شریعت مطہرہ کا حکم یہ ہے کہ عورت ان بالوں کو چھپادے یا دفن کردے تاکہ ان پر کسی اجنبی (غیر محرم) کی نظر نہ پڑے، کیونکہ عورت کے بال ستر میں داخل ہیں، جس کی طرف نظر کرنا، ناجائز ہے اور جس عضو کی طرف نظر کرنا، ناجائز ہو، اس کے بدن سے جدا ہونے کے بعد بھی انہیں دیکھنا، جائز نہیں۔

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُهٗ اَعْلَم صلَّی اللہ علیہ والہٖ وسلَّم

2 اگر بچہ عورت کا دوا سے اُترنے والا دودھ پیے تو رضاعت کا حکم؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین ان مسائل میں کہ

1 جس عورت کا بچہ نہ ہو وہ ایسی دوا کھا کر جس دوا کے کھانے سے دودھ آجاتا ہے کسی بچے کو دودھ پلادے تو کیا رضاعت ثابت ہو جائے گی؟

2 اگر بچہ گود لینا ہو اور آگے چل کر اس سے پردے وغیرہ کا مسئلہ نہ ہو تو اسے رضاعی بیٹا بنانے کے لیے گواہ کیسے بنانے ہوں گے؟

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَایَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

1 اگر دوائی سے دودھ آگیا تو بھی بچے کو دودھ پلانے سے عورت اور بچے کے مابین رضاعت ثابت ہو جائے گی۔ البتہ اگر وہ عورت شادی شدہ ہو تو اس کا شوہر اس بچے کا رضاعی باپ نہیں ہو گا، اگرچہ اس عورت سے صحبت کی وجہ سے رضاعی بچی اس کے شوہر پر حرام ہو۔ لہٰذا اس دودھ پلانے والی کے شوہر کے رشتہ داروں سے ویسا ہی پردہ ہو گا جیسا اجنبی یا اجنبیہ کا ہوتا ہے۔

اگر دوائی سے واقعی دودھ اتر آئے تو چونکہ حرمت کی اصل دودھ ہے تو جہاں دودھ آنا متصور و ممکن ہو وہاں اس سے حرمت ثابت ہو گی۔ اگرچہ اس عورت کی کبھی اولاد نہ ہوئی ہو بلکہ اگرچہ عورت کنواری ہی کیوں نہ ہو۔ بشرطیکہ خارج ہونے والی شے دودھ ہو اور اگر دودھ نہیں بلکہ سفید رطوبت ہے تو حرمت ثابت نہ ہو گی۔

2 دودھ پلانے کے وقت شوہر اور دو عورتیں گواہ بن سکتے ہیں لیکن یہ ضروری نہیں، البتہ اتنا کیا جائے کہ دودھ پلا کر اس کی تشہیر کردیں۔

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُهٗ اَعْلَم صلَّی اللہ علیہ والہٖ وسلَّم

شوہر کے لئے زینت

اُمِّ سلمہ عطاریہ مدنیہ
ملیر کراچی

امام اصمعی نے سرخ رنگ کا لباس پہنے ایک دیہاتی عورت کو دیکھا جس نے مہندی لگائی ہوئی تھی اور ہاتھ میں تسبیح پکڑ رکھی تھی، تو اس سے کہا: سرخ لباس پہن کر اور مہندی کا خضاب کر کے ہاتھ میں تسبیح پکڑنا کتنا عجیب ہے! اس پر اس نے جو جواب دیا اس کا مفہوم کچھ یوں ہے کہ میری ایک جانب اللہ پاک کے لئے ہے جسے میں ضائع نہیں کرتی اور دوسری جانب یعنی کھیل کود و زیبائش شوہر کے لئے ہے۔ وہ بزرگ فرماتے ہیں: یہ سن کر میں نے جان لیا کہ یہ نیک اور شادی شدہ عورت ہے جو اپنے شوہر کے لئے خود کو آراستہ کئے ہوئے ہے۔[1]

یاد رکھئے! عورت کا اپنے شوہر کے لئے گہنا (زیور) پہننا، بناؤ سنگار کرنا باعثِ اجرِ عظیم اور اس کے حق میں نماز نفل سے افضل ہے۔[2] ہماری بزرگ خواتین اپنے شوہر کی رضا و خوشنودی، مزاج و طبیعت اور ان کے حقوق کا بھرپور لحاظ فرمایا کرتی تھیں۔ شوہر کے لئے سجنے سنورنے کے معاملے میں Active تھیں۔ ان کا بننا سنورنا صرف و صرف شوہر کے لئے ہی ہوتا تھا اور یہی چیز شریعت کو بھی پسند ہے۔ لیکن افسوس! بزرگ خواتین کی سیرت سے لاعلمی کے سبب کئی خواتین اس حوالے سے کوتاہی کا شکار ہیں۔ مثلاً بعض خواتین کو کپڑوں کی صفائی کا خیال رہتا ہے نہ شوہر کی خاطر اپنا حلیہ اچھا کرنے کا ہوش، اجڑا چہرہ، بکھرے بال اور بے سلیقہ کپڑے دیکھ دیکھ کر بالآخر شوہر کا دل اس سے بیزاری اور نفرت محسوس کرنے لگتا ہے، ایسی صورت میں ان کے درمیان اختلافات اور لڑائی جھگڑے جنم لیتے ہیں۔ اسی طرح کئی خواتین باہر جاتے ہوئے خود کو خوبصورت دکھانے اور اپنا امپریشن بنانے کے لئے جائز و ناجائز طریقوں سے بننے سنورنے میں کوئی کمی چھوڑتی ہیں، نہ غیر مردوں کی ہوس بھری نگاہیں پڑنے کی پروا کرتی ہیں۔

یاد رکھئے! اگر شوہر نے بیوی کو سنگار کرنے کا حکم دیا ہو تو بیوی پر زیب و زینت اختیار کرنا واجب ہے۔ جیسا کہ اعلیٰ حضرت سے جب یہ سوال ہوا کہ کانچ کی چوڑیاں پہننا عورتوں کو جائز ہیں یا ناجائز؟ تو آپ نے کچھ یوں جواب ارشاد فرمایا: جائز ہیں، اس لئے کہ کوئی شرعی مانع نہیں، بلکہ شوہر کے لئے سنگار کی نیت سے مستحب، بلکہ شوہر یا ماں یا باپ کا حکم ہو تو واجب، اس لئے کہ والدین اور شوہر کی نافرمانی حرام ہے اور شوہر کی فرمانبرداری بسلسلۂ حقوقِ زوجیت واجب ہے۔[3] البتہ! اگر شوہر غیر مردوں کے لئے بناؤ سنگار کا حکم دے تو اس کا کہنا نہیں مانا جائے گا کیونکہ اللہ پاک کی نافرمانی والے کاموں میں کسی کی بھی بات ماننی جائز نہیں، چاہے وہ شوہر اور والدین ہی کیوں نہ ہوں۔ بہر حال شوہر کیلئے سجنا سنورنا نہ صرف حکمِ شریعت پر عمل اور ثواب حاصل کرنے کا ذریعہ ہے، بلکہ یہ گھر کے ماحول کو خوشگوار رکھنے اور شوہر کو بیزاری سے بچانے کا بھی سبب ہے۔ لہٰذا خواتین کو گھریلو مصروفیات میں سے وقت نکال کر اپنے حلیے پر بھی ضرور توجہ دینی چاہئے اور ثوابِ آخرت حاصل کرنے کی نیت سے کچھ نہ کچھ بناؤ سنگار کا لازماً اہتمام کرنا چاہئے۔ اللہ پاک ہمیں دینی تعلیمات کے مطابق زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اٰمین بجاہِ خاتمِ النبیین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم

---

1 احیاء العلوم، 2/ 77 2 فتاویٰ رضویہ، 22/ 126
3 فتاویٰ رضویہ، 22/ 115 تا 116

شادی کی رسومات جہیز

(دوسری اور آخری قسط)

بنتِ منصور عطاریہ مدنیہ
سمن آباد لاہور

گزشتہ سے پیوستہ گزشتہ قسط میں جہیز کی تعریف اور اس سے متعلق شرعی احکام بیان کئے گئے تھے، نیز یہ بھی ذکر کیا گیا ہے کہ حضور نبیِّ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے اپنی لختِ جگر سیدہ فاطمہ کو جہیز میں کیا کچھ دیا۔ فی زمانہ جہیز کو شادی کا لازمی حصہ سمجھا جانے لگا ہے کہ اس کے بغیر شادی کا تصور ہی ناممکن ہے اور اس حوالے سے مختلف علاقوں اور قوموں میں مختلف معاملات و معمولات بھی رائج ہیں، چنانچہ جہیز سے متعلق معاشرے میں پائے جانے والے مختلف نظریات و معمولات اور ان کی کچھ تفصیل پیشِ خدمت ہے:

☜ بعض جگہوں پر یہ رواج ہے کہ والد بچپن سے ہی بیٹی کے لیے سامان تھوڑا تھوڑا کر کے خریدتا اور جمع کرتا رہتا ہے، جو وقتِ رخصت بطور جہیز لڑکی کو دیا جاتا ہے۔ ایسی صورت میں ایک اہم مسئلے کی طرف توجہ ضروری ہے کہ جہیز کے لیے جمع کیے ہوئے سامان پر زکوٰۃ، قربانی و صدقۂ فطر وغیرہ کے احکام کیا ہوں گے؟ اس حوالے سے دار الافتاء اہلِ سنت کا فتویٰ یہ ہے کہ سونے، چاندی اور چَرائی کے جانوروں کے علاوہ کسی بھی چیز پر زکوٰۃ اُسی صورت میں فرض ہوتی ہے کہ جب وہ مالِ تجارت ہو یعنی اسے بیچنے کی نیت سے خریدا گیا ہو جبکہ جہیز کا سامان بیچنے کی نیت سے نہیں خریدا جاتا، لہٰذا اگرچہ یہ حاجت اصلی سے زائد ہی ہو، اس پر زکوٰۃ فرض نہیں ہوگی۔ البتہ حاجتِ اصلی سے زائد ہونے کی صورت میں اسے قربانی و صدقۂ فطر وغیرہ کے نصاب میں شامل کیا جائے گا اور دیگر شرائط کی موجودگی میں اس سامان کے مالک پر قربانی و صدقہ فطر وغیرہ واجب ہو جائیں گے۔[1]

☜ اسی طرح بعض لوگ بچپن میں ہی بچیوں کے لیے چادریں وغیرہ ثقافتی کڑھائی کروا کر رکھ لیتے ہیں اور چند جگہوں پر جہیز کا سامان اکٹھا کرنے کے لیے اتنی کوشش کی جاتی ہے کہ اپنے مکان زمین وغیرہ سب بیچ ڈالتے ہیں۔ بعض مقامات بالخصوص کراچی کے سفید پوش لوگوں میں یہ رواج عام ہے کہ لڑکی کے قریبی رشتہ دار مثلاً چچا، پھوپھی، ماموں، خالائیں، دادی وغیرہ گھر کی ضروریات کا کچھ نہ کچھ سامان جیسے فریج، واشنگ مشین اور سلائی مشین وغیرہ خرید کر تحفہ کے طور پر دیتے ہیں تاکہ والد پر جہیز کا بوجھ کچھ ہلکا ہو۔ نیز بعض مقامات پر یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ عورت کے مہر کی رقم سے جہیز خریدا جاتا ہے۔ جہیز کا اصل اسلامی تصور بھی یہی ہے کہ آقا کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے بھی مہر میں ادا کی گئی زرہ فروخت کر کے اس کی رقم سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لیے جہیز کا سامان تیار کروایا تھا۔[2]

☜ یہ رواج بھی دیکھنے میں آیا ہے کہ لڑکی والے جہیز میں صرف کپڑے اور زیورات دیتے ہیں، باقی سب انتظام لڑکے والوں کا ہوتا ہے، البتہ ان میں زیادہ رجحان سونے کے زیورات کا ہوتا ہے یہاں تک کہ اگر کسی کی خالص سونے کے زیورات دینے کی گنجائش نہیں ہوتی تو وہ ہلکے ہی دیتا ہے مگر بہر حال زیور دیتا ضرور ہے۔ البتہ بعض جگہ یہ زیورات اور گھر کا سارا سامان لڑکا خود کما کر پورا کرتا اور پھر شادی کرتا ہے۔ اسی طرح خیبر

پختون خواہ کے بعض علاقوں میں بھی یہ دیکھا گیا ہے کہ شادی اور اس کے بعد کا مکمل خرچ لڑکے والوں کے ذمہ ہوتا ہے یہاں تک کہ جہیز بنانے کے لیے رقم بھی لڑکے والے ہی دیتے ہیں، لڑکی کے والدین اگر کچھ خریدتے ہیں تو وہ بھی مہر کے مال سے۔ چونکہ ان جگہوں پر زیادہ بوجھ لڑکے پر ہوتا ہے لہٰذا یہاں لڑکوں کی شادی مشکل ہوتی ہے۔

☜ لڑکی والوں کی طرف سے پُر تکلف اور بھاری بھرکم جہیز دینے کا زیادہ تر رواج سندھ اور پنجاب کے شہروں میں نظر آتا ہے، یہاں جہیز میں اتنا زیادہ سامان دیا جاتا ہے کہ کچھ تو استعمال میں آنے سے پہلے ہی ناقابلِ استعمال یا پھر پرانا ہو جاتا ہے، نیز پنجاب ہی کی ایک مخصوص برادری اور بعض دیہاتی علاقوں میں بھینسیں اور زمینیں تک جہیز میں دی جاتی ہیں، مگر وہ لوگ اپنے بچوں کی شادیاں اپنی ہی کاسٹ میں کرتے ہیں کہ جو مال جائے وہ کسی اپنے کے پاس ہی جائے۔ نیز ان دونوں صوبوں میں کثرتِ جہیز کے رواج کی ایک وجہ جغرافیائی اثر بھی ہے کہ سندھ اور پنجاب کی سرحدیں ہند سے ملی ہوئی ہیں اور وہاں زائد جہیز کا رواج ہے۔

☜ ایک مخصوص طبقے میں یہ رواج بھی ہے کہ وہاں لڑکی والے رشتہ کرنے کے لئے رقم دیتے ہیں جو کہ جہیز کے علاوہ ہوتی ہے۔ غور طلب بات یہ ہے کہ آیا یہ رقم لینا جائز ہے یا نہیں چنانچہ اس کے متعلق فتاویٰ ہندیہ میں ہے: عورت کے گھر والوں نے رخصتی کے وقت کچھ لیا تھا تو شوہر کو اس کے واپس لینے کا شرعاً حق ہے، اس لیے کہ وہ رشوت ہے۔[(3)] اور جب لڑکے سے لینا رشوت ہے تو لڑکی سے نکاح پر لینا بدرجۂ اولیٰ رشوت ہے۔

☜ بعض علاقوں میں یہ بھی رائج ہے کہ باپ یا پھر سرپرست لڑکی کے نکاح کے بدلے زیادہ مال کا مطالبہ کرتا ہے جو کہ مہر و جہیز کے علاوہ ہوتی ہے اور یہ رقم لڑکی کو بھی نہیں دی جاتی بلکہ رشتے کے بدلے اپنے لیے لیتے ہیں یہ بھی رشوت ہے جو کہ ناجائز و حرام ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے رشوت لینے اور دینے والے پر لعنت فرمائی ہے۔[(4)] اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں: یہ روپے جو (نکاح میں دینے کے بدلے) باندھے گئے ہیں محض رشوت و حرام ہیں، نہ ان کا کھانا جائز، نہ بانٹ لینا جائز، نہ مسجد میں لگانا جائز، بلکہ لازم ہے کہ جس شخص سے لئے ہیں اسے واپس دیں۔[(5)] لہٰذا اس غرض سے لی گئی رقم کو لوٹانا لازم ہے اور اللہ پاک سے اس گناہ کی سچے دل سے توبہ بھی کی جائے۔

☜ بعض جگہوں پر جہیز نہیں دیا جاتا بلکہ اس کی جگہ رقم دے دی جاتی ہے کہ اپنی مرضی سے سامان لے لیا جائے یہ اکثر تب ہوتا ہے جب شہر یا ملک سے باہر شادی کی جا رہی ہو۔

☜ کہیں ایسا بھی ہوتا ہے کہ لڑکی خود جاب یا کوئی کام کر کے اپنے جہیز کے سامان کے لئے رقم جمع کرتی ہے۔

☜ جہیز کے حوالے سے ہمارے معاشرے میں ایک ظالمانہ رواج یہ بھی پایا جاتا ہے کہ جس لڑکی کے والد انتقال کر گئے ہوں تو اس کے جہیز اور شادی کے اخراجات کو وراثت میں شمار کر کے مالِ وراثت سے اس کا حصہ مائنس کر دیا جاتا ہے، حالانکہ لڑکی سے اس کی نہ تو اجازت لی گئی ہوتی ہے نہ جہیز دیتے ہوئے اس کی وضاحت کی جاتی ہے، یہ بہت غلط اور ظلم ہے۔ جہیز و وراثت کے حوالے سے دار الافتا اہلِ سنت کا فتویٰ یہ ہے کہ بھائی جو اپنی بہنوں کی شادیوں پر اخراجات کرتے ہیں یہ ان کی طرف سے احسان ہے، لہٰذا یہ اخراجات بہنوں کی وراثت سے مائنس نہیں کیے جائیں گے۔ یہ بات اسلام سے پہلے زمانۂ جاہلیت میں تھی کہ عورتوں کو وراثت سے حصہ نہ دیتے تھے مگر اسلام نے عورت کی عزت فرمائی اور مردوں کی طرح اسے بھی حسبِ حیثیت وراثت میں حق دار قرار دیا۔ اب اگر کوئی حیلے بہانے سے کسی عورت کو اس کے حصۂ وراثت سے روکتا ہے تو وہ سخت ظالم و غاصب ہے۔ اگر کوئی کسی وارث بننے والی عورت کو زبردستی اس کے حق سے محروم کر کے اس کے حصے کی وراثتی جائیداد دبا

لے گا تو اسے یہ سخت عذاب دیا جائے گا کہ قیامت کے دن وہ زمین ساتوں تہوں تک طوق بنا کر اس کے گلے میں ڈالی جائے گی اور وہ ساتوں تہوں تک دھنسا دیا جائے گا، اسے اتنی زمین ساتوں تہوں تک کھودنے اور محشر تک ڈھونے کی تکلیف دی جائے گی اور اس کا کوئی عمل قبول نہ ہو گا۔[6]

جہیز کی لسٹ کچھ جگہوں پر جہیز کے سامان کی لسٹ بنائی جاتی ہے اس طور پر کہ کوئی ضروری سامان رہ نہ جائے اور ساتھ میں اس کی مالیت بھی لکھی جاتی ہے، پھر اس کی کاپیاں کروا کر ایک بیٹی کو اور ایک ساس کو دی جاتی ہے اور ایک لڑکی کی والدہ اپنے پاس رکھتی ہے، ساس کو دینے کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ کوئی چیز کھو جانے پر معلوم ہو کہ وہ دی گئی ہے تاکہ تلاش میں آسانی ہو۔ نیز بیٹی کو اس لیے دی جاتی ہے تاکہ اس کو معلوم ہو کہ اس کے پاس کیا کیا سامان ہے اور کل کتنی مالیت کا ہے اور یہ فہرست اس بات کی بھی گواہ ہو کہ اس کے والدین نے اسے کیا کچھ دیا ہے تاکہ کل کو کوئی بہن بھائی اس میں سے مطالبہ نہ کرے یا والدین کی وفات کے بعد وراثت کا دعویٰ نہ کرلے، جبکہ والدہ کا اپنے پاس رکھنے کا سبب یہ ہے کہ دیگر بہنوں کو بھی اس کی برابری کے ساتھ دیا جاسکے۔

بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ والدین کے حالات ایک کی باری میں اچھے ہوتے ہیں تو اس کو زیادہ جہیز دے دیا جاتا ہے اور دوسری کی باری میں حالات خراب ہونے کے سبب کم دیا جاتا ہے اور اس وجہ سے برابری نہیں ہو پاتی، جس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ آپسی خونی رشتوں میں خرابی پیدا ہو جاتی ہے جو کہ لمبے لڑائی جھگڑے کا سبب بنتی ہے۔ لہٰذا والدین کو عدل و انصاف سے کام لیتے ہوئے اتنا ہی جہیز دینا چاہیے جو دیگر بچیوں کو بھی آسانی سے دے سکیں۔

جہیز کی نمائش کرنا بعض جگہ یہ رواج بھی دیکھا گیا ہے کہ جہیز میں دیئے گئے سامان کو باقاعدہ سجا کر مہمانوں کے سامنے پیش کیا جاتا ہے اور ایک شخص کھڑے ہو کر اعلان بھی کر رہا ہوتا ہے کہ یہ سونے کا سیٹ اتنے تولے کا ہے، اس (جہیز) کی نُمائش کرنے میں اگرچہ کوئی شرعی ممانعت تو نظر نہیں آتی البتہ اس میں اخلاقی اور معاشرتی خرابیاں ضرور ہیں کہ اس سے معاشرے میں نمود و نمائش کا شوق بڑھتا ہے۔ پھر لوگ دیکھا دیکھی اپنے اوپر خود ساختہ بوجھ لاد لیتے ہیں کہ فلاں نے اتنا جہیز دیا تو ہم اس سے زیادہ یا کم از کم اس کے برابر تو دیں گے جس کی وجہ سے بہت سے مسائل اور مشکلات پیدا ہو جاتی ہیں، بعض مقابلے میں آجاتے ہیں اور بعض کی عزتوں پر بات بن جاتی ہے۔ لہٰذا ایسا کرنے سے بچنا بہتر ہے تاکہ مقابلہ بازی بند ہو۔ ایسا کرنے والوں سے اگر یہ کہا جائے کہ نمائش سے یتیموں اور غریبوں کی دل آزاری ہوتی ہے تو وہ کچھ یوں جواب دیتے نظر آتے ہیں کہ اس طرح تو پھر بلڈنگ بنانا بھی دل دکھانے کا سبب ہو گا کہ جھگی میں رہنے والوں کا دل دکھے گا! یوں وہ غلط بات پر اڑ جاتے ہیں۔

جہیز کے سامان پر تالا نہ لگانا جہیز دیتے ہوئے عموماً بڑے بکسے یا پیٹیاں وغیرہ استعمال کی جاتی ہیں اور اس پر تالا لگانے سے منع کیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ بیٹی کے گھر کی جانب تالے نہیں بھیجتے، اس سے ان کا یہ گمان ہوتا ہے کہ اگر ہم تالا بھیجیں گے تو اس کے نصیب پر تالا لگ جائے گا یا پھر اس کے گھر پر تالا لگ جائے گا! یہ توہُّم پرستی اور بدشگونی ہے جس کی اسلام میں کوئی حقیقت نہیں بلکہ اسلام اس سے روکتا اور منع کرتا ہے کہ بدشگونی نہ لی جائے، شریعت نے اس بات کا حکم دیا ہے کہ انسان اچھا شگون لے کر خوش ہو اور اپنا کام خوشی خوشی پایۂ تکمیل تک پہنچائے اور جب بُرا کلام سنے تو اس کی طرف توجہ کرے نہ اس کے سبب اپنے کام سے رُکے۔[7] امام محمد آفندی رُومی برکلی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: بدشگونی لینا حرام اور نیک فال یا اچھا شگون لینا مستحب ہے۔[8] لہٰذا اگر تالا لگانا ہی ہو تو بکسے یا پیٹی پر لگانے کے بجائے اپنے توہمات کو دور کر کے ان پر تالا لگائیں۔

بے جا مطالبات کا بوجھ جہیز کے معاملے میں بعض لوگ میانہ روی سے کام لیتے ہیں تو بعض حد سے بڑھ جاتے ہیں، جس کی وجہ سے گھر کے سربراہ کو اکثر قرض لینا پڑتا ہے یا اگر سربراہ خود نہ بھی چاہ رہا ہو تو گھر والوں کی طرف سے مجبور ہو کر وہ حرام روزی یا معاذ اللہ سودی قرض کی جانب قدم بڑھالیتا ہے پھر جب قرض کی واپسی کی باری آتی ہے تو بہت دشواری ہوتی ہے کہ آمدنی تو اتنی ہی ہے کہ جس میں بمشکل گھر کا گزارا ہو ایسے میں قرض کیسے لوٹایا جائے! نتیجۃً گروی میں رکھوائے ہوئے گھر، دوکان یا جائیداد سے ہاتھ دھونا پڑتا ہے اور اچھی خاصی ذلت اٹھانی پڑتی ہے اور مزے کی بات تو یہ ہے کہ جن کے کہنے پر اور جن کے لیے ذلت اٹھانی پڑی ان کو پرواتک نہیں ہوتی۔

مفتی احمد یار خان رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ بعض علما فرماتے ہیں: ضرورۃً خصوصاً نکاح، دوسری دینی ضرورتوں کیلئے قرض لینا سنت ہے جب کہ ادا کی پوری نیت ہو، نکاح کے قرض سے مراد بھاری جہیز یا حرام رسموں کے لیے قرض نہیں، یہ تو فضول خرچی ہے۔(9)

قرضہ اگر سودی لیا جائے تو سود کا حکم تو بہت سخت ہے۔ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں: سود جس طرح لینا حرام ہے اسی طرح دینا بھی حرام ہے۔ مزید لکھتے ہیں: لوگوں میں رائج ہے کہ اولاد کی شادی کرنی چاہی سو روپے پاس ہیں، ہزار روپے لگانے کو جی چاہا تو نو سو سودی نکلوائے تو یہ شرعی ضرورت بھی نہیں، تو ان میں حکم جواز (یعنی جائز ہونا) بھی نہیں ہوسکتا اگرچہ لوگ اپنے زعم (گمان) میں ضرورت سمجھیں۔(10) ایک مقام پر فرماتے ہیں: سود لینا، مطلقاً عموماً قطعاً سخت کبیرہ ہے اور سود دینا اگر بضرورت شرعی و مجبوری ہو تو جائز ہے ہاں بلا ضرورت جیسے بیٹی بیٹے کی شادی یا تجارت بڑھانا یا پکا مکان بنانے کے لئے سودی روپیہ لینا حرام ہے۔(11) لہٰذا ہمیں اپنی گنجائش اور حیثیت کے مطابق خرچ کرنا چاہیے اس سے زائد نہیں۔ قرض لینا تو آسان ہوتا ہے مگر اس کی واپسی کمر توڑ ڈالتی ہے۔

آج کل کی بیٹیاں ☆بعض اوقات بیٹیاں بڑی حساس ہوتی ہیں اور وہ اپنے والد کا دکھ برداشت نہیں کرپاتیں، جیسا کہ پچھلے دنوں ایک لڑکی نے خود کشی کی جس کی وجہ یہ بتائی گئی کہ اس کی شادی کے اخراجات پورے کرنے کے لیے اس کے والد نے قرض لیا تھا جسے بیٹی نے بہت Serious لیا اور یہ سوچتے ہوئے کہ میرا باپ میری شادی کی وجہ سے مقروض ہو رہا ہے خود کشی کرلی اور یوں اس بے چاری نے اپنے لیے حرام موت کا انتخاب کیا۔

☆اس کے برعکس بعض ایسی خود سر بیٹیاں بھی ہوتی ہیں جو خود اپنے والدین یا بھائیوں پر بوجھ ڈالتی ہیں، لمبے ساز و سامان کی فہرست بنا کر انہیں پکڑا دیتی ہیں کہ یہ سب چیزیں بھی اسے جہیز میں لے کر دیں، یوں باپ پر اپنی بیٹی کی خواہشات کا بوجھ بھی آپڑتا ہے۔

☆بعض ایسی خود سر بھی ہوتی ہیں کہ خوب سارا سامان اپنے ساتھ لے جانے کے لیے اپنے حصے کا مطالبہ کرلیتی ہیں، بے چارہ باپ نہ چاہتے ہوئے بھی رہائش کا مکان تک بیچنے پر مجبور ہو جاتا ہے اور یوں پورا گھر بکھر جاتا ہے۔ یہ کوئی افسانہ نہیں بلکہ حقیقت پر مبنی آنکھوں دیکھی ایک دردناک داستان بھی ہے، چنانچہ

ہوا کچھ یوں کہ لاہور میں ایک بیٹی نے اپنے والد کو مجبور کر دیا کہ اسے جہیز میں خوب سامان دیا جائے خواہ اس کے لئے آبائی مکان ہی بیچنا پڑے، ماں فوت ہو چکی تھی، لہٰذا بیٹی کی محبت سمجھ لیں یا جو بھی تھا والد نے اس کی ضد سے مجبور ہو کر رہائشی مکان بیچ کر بیٹی کی خواہش پوری کر دی، مگر اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ لڑکی کے سب بھائی جو ایک ہی گھر میں ہنسی خوشی رہتے تھے، باپ کا گھر فروخت ہونے کے بعد باقی رقم میں کوئی مناسب گھر نہ ملنے کی وجہ سے اپنے اپنے طور پر کرائے کے مکانوں میں رہنے لگے اور باپ بے چارہ بھی بے گھر ہو کر رہ گیا، بیٹی کی

خواہش تو پوری ہوگئی مگر شاید وہ یہ بھول گئی تھی کہ دوسروں کی مجبوریوں کی قبر پر اپنی خواہشات کا محل تعمیر کرنے والے زیادہ عرصہ خوش نہیں رہ سکتے، یہی ہوا کہ کچھ ہی عرصے بعد میاں بیوی کی نااتفاقی اس حد تک پہنچی کہ طلاق ہوگئی اور اسے سسرال سے نکال دیا گیا، اب پچھتائے کیا ہُوت جب چڑیاں چگ گئیں کھیت، کے مصداق اس نادان بیٹی کے سامنے شرمندگی کا پہاڑ کھڑا تھا کہ اب وہ کس کے در پر جائے؟ کیا اس بے سہارا باپ کے پاس جائے کہ جس نے اس کی ضد سے مجبور ہو کر اپنا ہنستا بستا گھر اجاڑ کر خود بے گھر ہوگیا یا ان بھائیوں کے پاس جائے کہ جو اس کی خود غرضی کی وجہ سے بیوی بچوں سمیت اپنی چھت اور باپ کی صحبت سے محروم ہوگئے!

اے کاش! ہماری نوجوان نسل اس بات کو سمجھ جائے اور اس طرح کی بے جا فرمائشیں نہ کرے، یہ سب کچھ بلاشبہ اسلامی تعلیمات سے دوری کا نتیجہ ہے، کیونکہ ہمارے علمائے کرام نے واضح طور پر فرمایا ہے کہ لڑکی اور داماد کے لئے ہرگز ہرگز یہ جائز نہیں ہے کہ وہ زبردستی ماں باپ کو مجبور کرکے اپنی پسند کا سامان جہیز میں وصول کرے۔ ماں باپ کی حیثیت اس قابل ہو یا نہ ہو مگر جہیز میں اپنی پسند کی چیزوں کا تقاضا کرنا اور ان کو مجبور کرنا کہ وہ قرض لے کر بیٹی داماد کی خواہش پوری کریں یہ خلافِ شریعت بات ہے۔[12]

لڑکے والوں کی جہیز میں ڈیمانڈ کی نحوستیں فی زمانہ یہ بھی دیکھا جارہا ہے کہ لڑکے والے اتنے لالچی اور کم ظرف ہوتے جارہے ہیں کہ منہ کھول کر بغیر شرم کے ڈیمانڈ کرتے ہیں کہ اے سی، ایئر کولر، ٹی وی، موٹر سائیکل اور فلاں فلاں چیز جہیز میں چاہیے بلکہ باقاعدہ لسٹ بنا کر دی جاتی ہے اور مطلوبہ چیز نہ ملنے کی صورت میں رشتہ ختم کر دیا جاتا ہے یا لڑکی پر اتنا ظلم و ستم کیا جاتا ہے کہ وہ جان سے ہاتھ دھو بیٹھتی ہے۔

یہ بھی دیکھنے میں آیا ہے کہ جہیز کم یا مطالبہ پورا نہ ہونے کی وجہ سے بارات واپس لوٹ جاتی ہے، قتل وغارت تک کی نوبت آجاتی ہے، کتنی لڑکیوں نے اس کے سبب خودکشی بھی کی ہے۔

بسا اوقات لڑکے والوں کی ڈیمانڈز اس حد تک بڑھ جاتی ہیں کہ شادی کے بعد بھی لڑکی کو مجبور کیا جاتا ہے کہ اپنے بھائیوں یا باپ سے کہو کہ میرے شوہر کو کاروبار کروا کر دیں یا گاڑی لے کر دیں اگر وہ ایسا نہ کرسکیں تو لڑکی کو گھر سے نکال دیا جاتا ہے۔

یہاں ظلم بالائے ظلم یہ بھی دیکھنے میں آیا ہے کہ اس دوران اگر کوئی بچہ وغیرہ پیدا ہو جائے تو بچے کو لڑکے والے زبردستی رکھ لیتے ہیں اور بچے کی ماں کو اس کے میکے میں بھیج دیا جاتا ہے جس کا یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ نومولود ماں سے دور ہونے کی وجہ سے نہ تو ماں کا دودھ پی پاتا ہے نہ اس کی محبت حاصل کر پاتا ہے، ایک طرف ماں اپنے بچے سے جدائی کے دکھ میں مبتلا ہوتی ہے تو دوسری طرف بچہ بھی درست و مناسب پرورش نہ ہونے کی وجہ سے بسا اوقات فوت ہو جاتا ہے، پھر بھی ایسے کم ظرف لوگ الٹا بچے کی ماں اور اس کے میکے والوں کو طعنے دیتے دکھائی دیتے ہیں کہ وہ اگر مان جاتے اور ان کی ڈیمانڈ پوری کر دیتے تو یہ نوبت نہ آتی۔

جن لڑکیوں کے والد ہیں ان کو تو پھر بھی کچھ سہارا ہے مگر جن بیچاریوں کے والد ہیں نہ کوئی بھائی، ان کے تو گھر کا گزر بسر ہی مشکل ہو چکا ہے کہ کیا کھائیں، کیا پکائیں اور کیا پہنیں؟ اکیلی ماں بے چاری کتنا کر سکتی ہے! اور اگر وہ بھی بیمار ہو جائے تو اس کی دواؤں کا خرچ الگ، ایک لڑکی آخر کتنا کما لے گی کیا وہ مرد کی طرح اپنا گھر چلا سکتی ہے؟ ہرگز نہیں! کتنی ہی ایسی خواتین بے کسی کی زندگی گزار رہی ہیں، دنیا ان سے فائدہ اٹھانے کے لیے تو پہنچ جاتی ہے مگر ان کے دکھوں کا مداوا کرنے کے لیے کوئی نہیں آتا، غریب ہونے کی وجہ سے انہیں کوئی نہیں اپناتا کہ یہ ہماری ڈیمانڈ کہاں سے پوری کر پائیں گی!

2022 میں لاہور میں اسی طرح کا ایک نہایت دلخراش واقعہ پیش آیا جس نے انسانیت کو داغدار کر کے رکھ دیا، یقیناً

اسے سن کر آپ کا دل بھی خون کے آنسو روئے گا، چنانچہ ایک سیدہ کے والد صاحب انتقال کر چکے تھے، ان کی والدہ بھی کینسر کی مریضہ تھیں، والد صاحب اپنی زندگی میں ہی بیٹی کا رشتہ ایک جگہ طے کر چکے تھے، لہٰذا ماں نے اپنی بیماری کے باعث بیٹی کو اپنی زندگی میں ہی بیاہنے کا ارادہ کیا تو لڑکے والوں نے جہیز میں وہ وہ چیزیں طلب کیں جو ان کی طاقت سے باہر تھیں۔ بہر حال جاننے والوں نے اس سید زادی کے لیے ان تمام چیزوں کا بندوبست کر دیا مگر جب ان کی ایک ڈیمانڈ پوری کی جاتی تو دوسری کا مطالبہ کر دیا جاتا اور اس میں اضافے پر اضافہ کرتے رہے یہاں تک کہ اس سید زادی کی بیمار والدہ کا بھی انتقال ہو گیا۔ آخر لڑکے والوں کو لعن طعن کی گئی اور بڑی مشکل سے رخصتی ہوئی تو لڑکے والوں نے گلشنِ بتول کی اس نازک کلی کو اتنا ستایا کہ وہ دکھوں کی ماری اسی سال بیمار ہو کر وفات پا گئی۔ آہ! یہ کیسا ظلم ہے! ایسے ظالم لوگوں کے متعلق بس یہی کہا جا سکتا ہے کہ شرمِ نبی، خوفِ خدا، یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں۔ ایسے لوگوں کو یہ روایت اپنے پیشِ نظر رکھنی چاہئے کہ جو لوگوں پر رحم نہیں کرتا اللہ بھی اس پر رحم نہیں فرماتا۔[13]

شاید جہیز کی یہی نحوست ہے کہ آج کئی لڑکیاں کنواری ہی اپنی جوانی گزار دیتی ہیں اور یہ عام تجربے کی بات ہے کہ کئی لڑکیاں صورت و سیرت میں باکمال ہونے کے باوجود صرف جہیز کے سبب ٹھکرائی جاتی ہیں، بلاشبہ ایسے بے جا مطالبات اور ڈیمانڈز کے سبب ہی فی زمانہ نکاح مشکل، زنا آسان اور عام ہوتا جا رہا ہے۔ مڈل کلاس اور غریب گھرانوں میں بچی کی شادی اب ایک ایسا مسئلہ بن چکا ہے کہ اگر کسی کے ہاں لڑکی پیدا ہوتی ہے تو باپ کو اس کے پیدا ہوتے ہی اس کی شادی کی فکر لاحق ہو جاتی ہے کہ بڑی ہو گی تو شادی کرنی ہے، جہیز کا انتظام کرنا ہو گا، اسی سبب بعض کے ہاں لڑکیوں کی پیدائش پر والد کا منہ چھوٹا سا ہو جاتا ہے۔ ان رسموں کی وجہ سے مسلمانوں کو اپنی اولاد وبالِ جان معلوم ہونے لگی ہے کہ لڑکی پیدا ہوئی تو سمجھا کہ اب میرے مکان کی خیر نہیں یا جائیداد و دکان ہاتھ سے گئی۔

بیٹی کو نعمت سمجھنے کے بجائے لوگوں کا زحمت سمجھنا اور اس کے پیدا ہونے پر گھبرا جانا بلاشبہ اس کا ایک سبب جہیز کی نحوست بھی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بسا اوقات جس عورت کے ہاں بیٹی پیدا ہو، اس کے ساتھ بھی نامناسب سلوک کیا جاتا ہے اور سسرال والے ناراضی کا اظہار کرتے ہیں، حالانکہ اس عورت کا بھلا کیا قصور! کیا یہ اس کے اختیار میں ہے؟ مگر افسوس! دین سے دوری اور جہالت نے لوگوں کی عقلوں پر پردے ڈال رکھے ہیں اور وہ حقیقت کو سمجھنے کو تیار ہی نہیں۔

شیخ الحدیث حضرت علامہ مولانا عبد المصطفےٰ اعظمی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں: آج کل مسلمانوں میں بھی یہ رسم چل پڑی ہے کہ شادی طے کرتے وقت ہی یہ شرط لگا دیتے ہیں کہ جہیز میں فلاں فلاں سامان اور اتنی اتنی رقم دینی پڑے گی چنانچہ بہت سے غریبوں کی لڑکیاں اسی لئے بیاہی نہیں جا رہی ہیں کہ ان کے ماں باپ لڑکی کے جہیز کی مانگ پوری کرنے کی طاقت نہیں رکھتے، یہ رسم یقیناً خلافِ شریعت ہے اور جبراً قہراً ماں باپ کو مجبور کر کے زبردستی جہیز لینا یہ ناجائز ہے۔ لہٰذا مسلمانوں پر لازم ہے کہ اس بُری رسم کو ختم کر دیں۔[14]

ہمیں غور کرنے اور ان اسباب کو ختم کرنے کی ضرورت ہے۔ اللہ پاک ہمیں مل جل کر جہیز کی خرافات کو ختم کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اٰمِین بِجاہِ النّبیِّ الْاَمِین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم

---

(1) دار الافتا اہلِ سنت غیر مطبوعہ (2) الروض الفائق، ص 277 (3) فتاویٰ ہندیہ، 1/306 (4) ابو داود، 3/420، حدیث: 3580 (5) فتاویٰ رضویہ، 23/538 (6) ماہنامہ فیضان مدینہ فروری 2022، ص 65 (7) تفسیر قرطبی، 8/132، جزء: 16 (8) حدیقہ ندیہ، 2/17، 24 (9) مراۃ المناجیح، 4/68 (10) فتاویٰ رضویہ، 17/298، 299 (11) فتاویٰ رضویہ، 17/359 (12) جنتی زیور، ص 153 (13) مسلم، ص 975، حدیث: 6030 (14) جنتی زیور، ص 153، 154

کسی کی جان بچانا

ام انس عطاریہ
رکن انٹرنیشنل افیئرز ڈپارٹمنٹ

اللہ پاک نے ہم پر اپنے بندوں کے جو حقوق مقرر فرمائے ہیں ان میں سے ایک حق ان کی جان کا تحفظ بھی ہے، اسلام نے انسانی جان کو تحفظ فراہم کیا اور قتل ناحق کو کبیرہ گناہوں میں شمار فرمایا ہے۔ اسلام میں انسانی جان کے تحفظ کو اتنی اہمیت حاصل ہے کہ سخت مجبوری میں جبکہ بھوک کی وجہ سے جان جانے کا خطرہ ہو اور پاس کوئی حلال کھانے کی چیز نہ ہو تو مردار اور حرام چیز کھا کر ہی اپنی جان بچانے کا حکم دیا گیا ہے کہ ایسی صورت میں حرام کھانے پر نہیں بلکہ نہ کھا کر مر جانے پر پکڑ ہوگی۔[1] ہمارا مذہب انسانیت کا کتنا بڑا خیر خواہ ہے، اس کی نظر میں انسانی جان کی رفعت و بلندی کا اندازہ اس بات سے بھی بخوبی لگایا جا سکتا ہے کہ اللہ پاک نے ایک جان بچانے کو تمام انسانیت بچانے کے برابر قرار دیا ہے: وَمَنْ اَحْیَاهَا فَكَاَنَّمَاۤ اَحْیَا النَّاسَ جَمِیْعًاؕ (پ6، المائدۃ:32) ترجمہ: اور جس نے کسی ایک جان کو (قتل سے بچا کر) زندہ رکھا اس نے گویا تمام انسانوں کو زندہ رکھا۔ اس طرح کہ قتل ہونے یا ڈوبنے یا جلنے وغیرہ اسبابِ ہلاکت سے بچایا۔[2]

بلاشبہ اسلام امن و سلامتی کا مذہب ہے اور اس کی نظر میں انسانی جان انتہائی اہم ہے، بلکہ ہمارے پیارے و آخری نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے مسلمان کی جان کی حرمت کو کعبے کی حرمت سے بھی زیادہ محترم قرار دیا ہے۔[3] اللہ پاک کے نزدیک انسانی جان کی قدر و قیمت کس قدر زیادہ ہے اس کے متعلق بتاتے ہوئے ارشاد فرمایا: اللہ پاک کے نزدیک پوری کائنات کا ختم ہو جانا کسی شخص کے ناحق قتل ہو جانے سے زیادہ ہلکا ہے۔[4]

یاد رکھیے! انسان کی پیدائش اللہ پاک نے فرمائی ہے اس لیے اس کی جان لینے کا اختیار بھی فقط اسی کے پاس ہے کسی اور کو یہ اجازت نہیں دی گئی کہ وہ کسی کی جان لے، خواہ وہ جان اپنی ہو یا پرائی اسلام کو دونوں کی حفاظت مطلوب ہے۔ کوئی بھی انسان اپنی جان کا مالک نہیں بلکہ وہ امین ہے اور یہ جان اللہ پاک کی طرف سے اس کے پاس امانت ہے جو اس کے حکم سے ہمارے بدن میں آتی ہے پھر وقت پورا ہونے پر چپ چاپ جسم کو چھوڑ کر چلی جاتی ہے، کوئی اسے پکڑ سکتا ہے نہ کسی طریقے سے اسے جسم چھوڑنے سے روکا جا سکتا ہے، یہی وجہ ہے کہ اسلام میں خودکشی (Suicide) حرام ہے۔ چنانچہ جو لوگ اپنی جان کی پروا نہیں کرتے بلکہ جان خطرے میں ڈالنے کو بڑا فخر سمجھتے ہیں، مثلاً اوور اسپیڈ، ون ویلنگ اور سیلفی لینے کے چکر میں اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھنا بہت عام ہو گیا ہے، نیز گٹکا، سگریٹ اور مختلف نشہ آور چیزوں کے سبب بھی کتنی جانیں ضائع ہوتی ہیں، یونہی بعض خواتین پریشانیوں سے گھبرا کر یا معاذ اللہ ناجائز عشق میں ناکامی کی صورت میں اپنی جان ہلاکت میں ڈالتی ہیں ان سب کو یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ حکمِ الٰہی ہے: وَلَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِۛ (پ2، البقرۃ:195) ترجمہ: اور اپنے ہاتھوں خود کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔ یعنی ہر وہ چیز جو ہلاکت کا باعث ہو ان سب سے باز رہنے کا حکم ہے یہاں تک کہ بے ہتھیار میدانِ جنگ میں جانا یا زہر کھانا یا کسی طرح خودکشی کرنا سب حرام ہے۔[5] رہی بات دوسروں کی ناحق جان لینے کی تو اس کو بھی اسلام نے کبیرہ گناہ قرار دیا ہے بلکہ جان لینا تو ایک طرف اپنے مسلمان بھائی کی طرف اسلحے سے صرف اشارہ کرنا بھی منع ہے۔[6]

معلوم ہوا انسانی جان کا تحفظ ہر حال میں لازم ہے، لہٰذا اگر ہمیں کہیں کسی کی جان خطرے میں نظر آئے، مثلاً کہیں آگ لگ جائے یا ایکسیڈنٹ یا اور کوئی حادثاتی صورتحال درپیش ہو تو ہمیں متاثرہ فرد کی حسبِ موقع مدد کرنی چاہیے، اگر خود مدد کرنا ممکن نہ ہو تو دوسروں کو مدد کے لیے بلایا جائے مگر افسوس! فی زمانہ ان مواقع پر اس کی پروا نہیں کی جاتی اور مرتے ہوئے انسان کو بچانے کے بجائے اس کی ویڈیوز اور تصاویر بنا کر وائرل کرنا زیادہ ٹرینڈ میں ہے۔ اس وقت ہر ایک کی خواہش یہ ہوتی ہے کہ یہ دردناک منظر سب سے پہلے وہ لوگوں کے ساتھ شیئر کرے، حالانکہ اتنی دیر میں بسا اوقات انسانی جان ضائع ہو جاتی ہے مگر یہ خود غرض و بے حس لوگ صرف اپنی فین فالوونگ بڑھانے اور شہرت پانے کے لیے ویڈیوز بنانے میں ہی مشغول رہتے ہیں۔ بعد میں اس پر تبصرے کیے جاتے ہیں، افسوس کے جملے بولے جاتے ہیں مگر موقع پر جان نہیں بچائی جاتی۔

یہ صرف فرضی باتیں نہیں بلکہ ہمارے معاشرے کی تلخ حقیقت ہے جس کا تجربہ بہت سوں کو ہوا ہو گا اور وقتاً فوقتاً ہوتا رہتا ہے، اسی طرح کا ایک نہایت دلخراش و سچا واقعہ ہے کہ کراچی کی ایک مشہور عمارت کے دفاتر میں آگ لگ گئی، دھواں کمروں میں بھر گیا، ایک نوجوان گھبرا کر شیشے کی کھڑکی سے باہر کی طرف نکلا اور کھڑکی پکڑ کر لٹک گیا، نیچے سارے لوگ کھڑے تماشا دیکھ رہے تھے، ان کے پاس اتنا موقع تھا کہ اگر وہ چاہتے تو اس کے نیچے گرنے سے پہلے کچھ انتظام کر کے اس کی جان بچا سکتے تھے، مگر انسانی جان کی قدر و قیمت کو نا جاننے والے لوگ ویڈیو بنانے میں ہی مصروف رہے بالآخر وہ نوجوان شاید تیرہویں منزل سے گرا اور ہلاک ہو گیا، بعد میں اس کی خبر اور ویڈیو خوب وائرل ہوئی۔

یہ صرف ایک مثال نہیں بلکہ انسانی جانوں کی ناقدری کی ایسی کئی مثالیں ہمارے معاشرے میں موجود ہیں، مثلاً جب کسی قریب المرگ یا زخمی شخص کو ڈاکٹر کے پاس لے جایا جائے تو بعض ڈاکٹر پہلے رقم کی بات کرتے ہیں چاہے اتنی دیر میں انسانی جان ہی ختم کیوں نہ ہو جائے! یہ رویہ اسلامی تعلیمات کے سراسر خلاف ہے۔ ہمارا مذہب تو اتنا شاندار ہے کہ انسان تو انسان بے زبان جانوروں کی جان بچانے پر بھی خوشخبریاں عطا فرماتا ہے جیسا کہ ایک روایت میں ہے: ایک کتا کنوئیں کے گرد گھوم رہا تھا قریب تھا کہ پیاس کی شدت اسے ہلاک کر دیتی اسی دوران بنی اسرائیل کی ایک بدکار عورت نے اسے دیکھا اور اپنا موزہ اتار کر کنوئیں سے موزے میں پانی بھر کر اس کو پلایا تو اس کے اس عمل کے سبب اس کی مغفرت کر دی گئی۔[7] اسی طرح امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ اپنا ایک واقعہ یوں ذکر کرتے ہیں کہ میری بیوی صاحبہ فاطمہ اُمِّ عبدالرحمٰن کے دل پر وَرم آ گیا، حالت اتنی بگڑ گئی کہ موت کا یقین ہو گیا، مجھے بڑی تشویش ہو رہی تھی، میں ایک خالی راستے میں تنہا موجود تھا کہ کسی کہنے والے نے مجھ سے کہا کہ **اپنے سامنے موجود سوراخ میں اس مکھی کو مکھی خور (مکھی کھانے والے) سے نجات دلا دو، ہم تمہاری بیوی کی تکلیف دور کر دیں گے۔** میں نے دیکھا تو وہ سوراخ چھوٹا تھا، میری انگلی اس میں نہیں جا سکتی تھی، بہر حال میں نے تنکے کے ذریعے مکھی خور چھوٹے سے کیڑے کو باہر کھینچا جو ایک مکھی کی گردن پر چمٹا ہوا تھا اور وہ درد سے تڑپ رہی تھی، میں نے جونہی مکھی کو اس جانور سے چھٹکارا دلایا، ادھر میری بیوی بھی ٹھیک ہو گئی اور اس کو تکلیف سے نجات بھی مل گئی۔[8] اللہ پاک ہمیں عقلِ سلیم عطا فرمائے اور اپنی اور دوسروں کی جان بچانے کی توفیق عطا فرمائے۔

اٰمِین بِجاہِ النّبیِّ الْاَمِین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم

---

1 در مختار مع رد المحتار، 9 / 559 2 تفسیر خزائن العرفان، ص 217 3 ابن ماجہ، 4 / 319، حدیث: 3932 4 موسوعہ ابن ابی الدنیا، 6 / 234، حدیث: 231 5 تفسیر صراط الجنان، 1 / 310 6 بخاری، 4 / 434، حدیث: 7072 7 بخاری، 2 / 409، حدیث: 3321 8 المنن الکبریٰ، ص 305

قتلِ ناحق

(نئی رائٹرز کی حوصلہ افزائی کے لئے یہ مضمون 22 ویں تحریری مقابلے سے منتخب کر کے ضروری ترمیم و اضافے کے بعد پیش کیے جارہے ہیں)

بنتِ عبدالرشید عطاریہ مدنیہ (کراچی)

کسی مسلمان کو ناحق قتل کرنا شدید ترین کبیرہ گناہ ہے، اس پر قرآن و حدیث میں سخت وعیدیں آئی ہیں۔ مسلمان کو ناحق قتل کرنے میں جہاں اللہ پاک کے حکم کی پامالی اور اس کی نافرمانی ہے وہیں مقتول کے لواحقین و ورثا کو تکلیف پہنچانا بھی ہے جس کا تعلق حقوق العباد سے ہے یعنی قتلِ ناحق اتنا بڑا جرم ہے کہ اس میں اللہ اور بندے دونوں کی حق تلفی ہے، اسی لیے شریعت نے اس پر سزائیں مقرر کی ہیں اور ہر اس شخص کو جو کسی مسلمان کے ناحق قتل میں کسی طرح بھی ملوث ہو وعیدِ شدید سنائی ہے۔ چنانچہ سننِ ابن ماجہ میں ہے کہ جس نے کسی مسلمان کے قتل میں آدھے کلمے سے بھی مدد کی وہ قیامت کے دن اللہ پاک کے سامنے اس حالت میں آئے گا کہ اس کے ماتھے پر لکھا ہو گا: **یہ اللہ پاک کی رحمت سے محروم ہے۔**(1)

اسلام میں کسی مسلمان کی جان کی حرمت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ ایک فرد کے قتل کو گویا کہ پوری انسانیت کا قتل کہا گیا ہے۔ جیسا کہ ارشادِ الٰہی ہے: مَنْ قَتَلَ نَفْسًۢا بِغَیْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِی الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِیْعًاؕ (پ6، المآئدۃ:32)
ترجمہ: جس نے کسی جان کے بدلے یا زمین میں فساد پھیلانے کے بدلے کے بغیر کسی شخص کو قتل کیا تو گویا اس نے تمام انسانوں کو قتل کردیا۔

ایک مقام پر ہے: وَ لَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّؕ (پ15، بنی اسرائیل:33) ترجمہ: اور جس جان کی اللہ نے حرمت رکھی ہے اسے ناحق قتل نہ کرو۔ یعنی اسلام میں انسانی جان کی بے پناہ حرمت ہے، مگر افسوس! آج ہمارے معاشرے میں جس کا دل کرتا ہے قتل کر دیتا ہے، کہیں سیاسی وجوہات سے تو کہیں علاقائی و صوبائی تعصب کی وجہ سے، یونہی کہیں زبان کے نام پر تو کہیں فرقہ بندی کے نام پر۔ ان میں سے کوئی بھی صورت جائز نہیں ہے۔ قتل کی اجازت صرف مخصوص صورتوں میں حاکمِ اسلام کو ہے اور کسی کو نہیں۔(2)

قتلِ ناحق کی مذمت میں مروی احادیث کئی احادیث میں قتلِ ناحق کی شدید مذمت بیان فرمائی گئی ہے، مثلاً ایک روایت میں ہے: روزِ قیامت لوگوں کے درمیان سب سے پہلے خون کا فیصلہ کیا جائے گا۔(3) اور ایک روایت میں ہے کہ اگر تمام آسمان اور زمین والے ایک مومن کے خون میں شریک ہو جائیں تو اللہ پاک ان سب کو منہ کے بل اوندھا کر کے جہنم میں ڈال دے گا۔(4)

قتلِ ناحق کے اسباب قتلِ ناحق کے چند اسباب یہ ہیں، مثلاً ☆کسی اہم مقصد کے حصول میں ناکامی پر شدید غم و غصہ اس مقصد میں رکاوٹ بننے والے کے قتل کا باعث بنتا ہے ☆گھریلو ناچاقی مثلاً شوہر بیوی یا بھائی بھائی میں مسلسل جھگڑا ہو تو تنگ آکر ایک فریق دوسرے کو قتل کر دیتا ہے ☆مال جمع کرنے کا لالچ ☆جائیداد کے جھگڑوں کے سبب قتل کرنا عموماً دیہاتوں میں زیادہ پایا جاتا ہے ☆تکبر کہ متکبر آدمی بعض اوقات اپنے حق میں معمولی سی بے ادبی کرنے والے کو بھی قتل کر دیتا ہے ☆سیاسی لڑائی میں ایک فریق دوسرے فریق کا بہت زیادہ خون بہا دیتا ہے۔

ان اسباب کو ہمارے معاشرے میں معمولی سمجھا جاتا ہے

اور ان کی روک تھام کی طرف توجہ نہیں دی جاتی مگر آگے چل کر یہی اسباب قتلِ ناحق جیسے سنگین جرم کا پیش خیمہ ثابت ہوتے ہیں، لہٰذا ان کے خاتمے کے لئے ہر ایک کو کوشش کرنی چاہیے اور کسی کو قتل کرنے سے پہلے اس کے انجام کو پیشِ نظر رکھنا چاہیے کہ یہ وقتی اور جذباتی قدم دنیا و آخرت میں کس قدر تباہی و بربادی کا باعث بنتا ہے مثلاً یہ کہ قاتل کو اپنے ملکی قانون کے مطابق طرح طرح کی تکلیف دہ سزاؤں اور عزیز و اقارب کے سامنے ذلت و رسوائی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اللہ پاک سے دعا ہے کہ پیارے آقا صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کے صدقے ہم سب کو قتلِ ناحق سمیت دیگر کبیرہ گناہوں سے محفوظ فرمائے۔ اٰمین بِجاہِ النّبیِّ الْاَمین صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم

بنتِ عاشق حسین (نوشہرہ روڈ گجرانوالہ)

دنیا کا سب سے پہلا قتل اور قاتل کا انجام دنیا کا سب سے پہلا قاتل قابیل ہے جس نے رشتے کے تنازعے میں اپنے بھائی حضرت ہابیل کو قتل کیا۔[5] ظلماً خون بہاتے وقت قابیل کا چہرہ سیاہ اور بد صورت ہو گیا۔ حضرت آدم علیہ السّلام نے شدید جلال کے عالم میں اپنے بیٹے (قابیل) کو اپنی بارگاہ سے نکال دیا اور وہ عدن (یمن) کی طرف چلا گیا، وہاں شیطان کے بہکانے پر آگ کی پوجا کرنے لگا، قابیل جب بوڑھا ہو گیا تو اس کے نابینا بیٹے نے پتھر مار کر اسے قتل کر دیا، یوں یہ کفر و شرک کی حالت میں مارا گیا۔[6]

کسی مسلمان کو ناحق قتل کرنے والا قیامت کے دن بڑے نقصان کا شکار ہو گا۔ کیونکہ کسی مسلمان کو جان بوجھ کر قتل کرنا شدید ترین کبیرہ گناہ ہے اور کئی احادیث میں اس کی مذمت بیان کی گئی ہے۔ جن میں سے چند یہ ہیں:

1. بڑے کبیرہ گناہوں میں سے ایک کسی جان کو ناحق قتل کرنا ہے۔[7]
2. اگر زمین و آسمان والے کسی مسلمان کے قتل پر جمع ہو جائیں تو اللہ سب کو اوندھے منہ جہنم میں ڈال دے۔[8]
3. جب دو مسلمان اپنی تلواروں سے لڑیں تو قاتل اور مقتول دونوں جہنم میں جائیں گے۔ راوی فرماتے ہیں: میں نے عرض کی: مقتول جہنم میں کیوں جائے گا؟ ارشاد فرمایا: اس لیے کہ وہ اپنے ساتھی کے قتل کا خواہش مند تھا۔[9]
4. جس نے مومن کے قتل پر ایک حرف جتنی بھی مدد کی تو وہ قیامت کے دن اللہ کی بارگاہ میں اس حال میں آئے گا کہ اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان لکھا ہو گا کہ یہ اللہ کی رحمت سے مایوس ہے۔[10]
5. قیامت کے دن سب سے پہلے خونِ ناحق کے بارے میں لوگوں کے درمیان فیصلہ کیا جائے گا۔[11]

حکیم الاُمّت مفتی احمد یار خان رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: خیال رہے کہ عبادات میں پہلے نماز کا حساب ہو گا اور حقوق العباد میں پہلے قتل و خون کا یا نیکیوں میں پہلے نماز کا اور گناہوں میں پہلے قتل کا۔[12]

اگر مسلمانوں کے قتل کو حلال سمجھ کر اس کا ارتکاب کیا تو یہ خود کفر ہے اور ایسا شخص ہمیشہ جہنم میں رہے گا اور قتل کو حرام ہی سمجھا لیکن پھر بھی اس کا ارتکاب کیا تب یہ گناہِ کبیرہ ہے اور ایسا شخص مدتِ دراز تک جہنم میں رہے گا۔[13]

گر تو ناراض ہوا میری ہلاکت ہو گی
ہائے میں نارِ جہنم میں جلوں گا یا رب![14]

اللہ پاک قاتلوں کو شریعت کے تقاضوں کے مطابق سچی توبہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہمیں گناہوں کے ارتکاب سے بچائے اور ہمارے معاشرے سے قتل و غارت کے ناسُور کو دور فرمائے۔ اٰمین بِجاہِ النّبیِّ الْاَمین صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم

---

(1) ابن ماجہ، 3 / 262، حدیث: 2620 ماخوذاً (2) تفسیر صراط الجنان، 5 / 458 (3) بخاری، 4 / 256، حدیث: 6533 (4) ترمذی، 3 / 100، حدیث: 1403 (5) تفسیر نسفی، ص282 ملخصاً (6) تفسیر روح البیان، 2 / 382 (7) بخاری، 4 / 358، حدیث: 6871 (8) ترمذی، 3 / 100، حدیث: 1403 (9) بخاری، 1 / 23، حدیث: 31 (10) ابن ماجہ، 3 / 262، حدیث: 2620 (11) بخاری، 4 / 256، حدیث: 6533 (12) مراٰۃ المناجیح، 2 / 306 تا 307 (13) تفسیر صراط الجنان، 2 / 277 (14) وسائلِ بخشش، ص85

تحریری مقابلہ

اہم نوٹ: ان صفحات میں ماہنامہ خواتین کے 22 ویں تحریری مقابلے میں موصول ہونے والے 205 مضامین کی تفصیل یہ ہے:

عنوان	تعداد	عنوان	تعداد	عنوان	تعداد
مصیبتیں آنے کے اسباب	47	قتلِ ناحق کی مذمت	133	مہمان کے 5 حقوق	69

مضمون بھیجنے والیوں کے نام: مضمون بھیجنے والیوں کے نام: بہاولپور: حاصل پور: بنت رشید احمد۔ بنت ارشد۔ بورے والا: بنت عبدالرحمن مدنیہ۔ حضرو برہ زئی: بنت محمد ایوب۔ رحیم یار خان: رحمت کالونی: بنت خورشید احمد۔ ساہیوال: طارق بن زیاد: بنت بشیر احمد۔ سیالکوٹ: اگوکی: بنت الیاس۔ نواں پنڈ آرائیاں: بنت ظفر اسلام۔ نند پور: بنت محمد عارف۔ پاکپورہ: بنت سید ابرار حسین، بنت محمد میاں یوسف قمر۔ تلواڑہ مغلاں: بنت ارشد، بنت رزاق احمد، بنت محمد ارشد، بنت محمد آصف، بنت وسیم علی، بنت محمد انور، بنت محمد شہزاد، بنت رانا محمد نعیم، بنت محمد یاسین، بنت طارق، بنت مدثر اقبال، بنت عبدالوحید خان، بنت جاوید سرور، بنت عارف حسین، بنت ناظر حسین، بنت اللہ دتہ، بنت محمد اسلم، بنت ناہید۔ چوک عالم: بنت محمد یونس۔ شفیع کا بھٹہ: بنت عارف محمود، بنت عرفان، بنت شمس، ہمشیرہ عبدالقدوس، بنت محمد خالد، بنت افتخار احمد، بنت جہانگیر، بنت خوشی محمد، بنت اعجاز احمد، بنت محمد جان، ہمشیرہ علی، بنت محمد سلیم، بنت بشیر احمد، بنت محمد اقبال، ہمشیرہ حسنین، بنت سہیل احمد، ہمشیرہ احمد رضا، بنت محمد اشرف، بنت محمد امین، بنت شبیر احمد، بنت محمد حسین، بنت انور، بنت محمد عارف، بنت جاوید اقبال، بنت سجاد احمد، بنت طاہر محمود، بنت طاہر، بنت خالد محمود، بنت اشفاق، بنت محمد احسن، بنت اشفاق بھٹی، بنت محمد رمضان، ہمشیرہ محمد منیب، بنت خلیل، بنت نوید احمد، بنت محمد بوٹا، بنت اشفاق احمد، بنت محمد یعقوب، بنت خالد حسن، بنت صابر حسین، بنت عثمان علی، بنت ذوالفقار علی، بنت عبدالمجید، بنت محمد نعیم، بنت غلام مصطفےٰ، بنت محمد حبیب، بنت فضل الٰہی، ہمشیرہ علی حسن، ہمشیرہ بلال حبیب، بنت محمد عرفان، بنت سلیمان، بنت عارف محمود، ہمشیرہ حامد مغل، بنت محمد شہباز، بنت شہباز احمد، بنت محمد نواز بھنڈر، بنت محمد شکیل، بنت محمد یوسف، ہمشیرہ دانیال، بنت محمد اکرم، بنت غلام حیدر، بنت محمد خلیل، بنت محمد شریف، بنت ندیم، بنت شفیق الاسلام، بنت محمد عمران، ہمشیرہ بلال، ہمشیرہ علی، ہمشیرہ علی حسنین، بنت محمد حسنین، بنت بابر حسین، بنت شمس پرویز، بنت سرفراز احمد، بنت عابد، بنت شبیر، بنت اشرف، بنت امجد پرویز، بنت محمد نواز، بنت محمد اسلم، بنت محمد ارشد، بنت عبدالرزاق، بنت حافظ ناصر، بنت جمیل، بنت تنویر احمد، بنت محمد اصغر مغل، بنت محمد وسیم، بنت محمد شمس، بنت محمد شفیق، بنت عبدالقادر، بنت رضاء الحق باجوہ، بنت جعفر حسین، بنت حاجی محمد یوسف، ہمشیرہ احسان الٰہی، بنت محمد سلیم، بنت محمد جمیل، ہمشیرہ محمد آصف یوسف، بنت ذوالفقار، بنت اکرم، بنت محمد ایوب، بنت ممتاز، بنت اویس، بنت عبدالماجد، بنت راشد محمود، بنت امجد فاروق، بنت سعید، بنت اورنگزیب، بنت طارق محمود، بنت رزاق بٹ، بنت خالد پرویز، بنت تنویر اختر احمد، بنت شوکت علی، بنت محمد خالد، بنت غلام رسول، بنت صغیر احمد، بنت بشیر، بنت رشید، بنت محمد نواز، بنت اصغر، بنت ریحان، بنت آصف، ہمشیرہ محمد فیصل، بنت محمد ندیم میاں، بنت محمد اختر، بنت محمد کاشف لطیف، بنت محمود حسین، بنت محمد احسان، بنت محمد امین، بنت خالد، بنت ظہیر احمد، بنت طارق محمود، بنت شفاقت علی، بنت محمد تنویر۔ بجوات: فیضان آمنہ: بنت افتخار۔ گلبہار: بنت محمد شہباز، بنت طارق محمود، ام ہلال، اخت سلطان، ام معبد، بنت حاجی شہباز، بنت حافظ محمد الیاس، بنت خالد، بنت رضوان، بنت سجاد حسین، بنت طارق فاروق، بنت فیاض، بنت محمد عمران، بنت نعیم، بنت محمد رشید، بنت محمد اشرف، بنت محمد

فیاض، بنت غلام حیدر، بنت محمد بشیر، بنت فیاض احمد، بنت آصف، بنت اعجاز احمد، بنت رضوان، بنت امیر حیدر، بنت محمد منیر۔ **معراج کے:** بنت غلام قمر، بنت محمد شفیق، بنت محمد ریاض۔ **مظفر پورہ:** بلبلِ مدینہ، بنت آصف محمود، بنت شہباز علی، بنت غلام میراں، بنت محمد شہباز، بنت ملک امجد سہیل، بنت جاوید، بنت نصیر، بنت محمد الیاس۔ **فیصل آباد: جھمرہ سٹی:** بنت محمد انور۔ **منصور آباد:** بنت ارشد محمود۔ **کراچی: فیضِ مدینہ:** بنت طفیل الرحمن ہاشمی، بنت عبدالرشید مدنیہ، بنت محمد زاہد، بنت محمد یوسف۔ **اصطار مدینہ:** بنت قاری محمد امین۔ **دھوراجی:** بنت محمد الیاس، بنت شہزاد احمد۔ **فیضانِ انبیا:** بنت اعجاز، بنت عرفان وہرہ، بنت محمد عارف، بنت محمد یوسف، ام الخیر، بنت عبدالباری شاہ، بنت مظفر۔ **گوجرانوالہ: نوشہرہ روڈ:** بنت محمد عاشق حسین۔ **گجرات: ٹگرالی:** بنت محمد تقی۔ **لاہور:** بنت مبشر حسین۔ **ام الخیر:** بنت محمد اعجاز مدنیہ۔ **پی اے ایف:** بنت محمد ایوب، بنت طارق۔ **ناظم آباد:** بنت فاروق۔ **قصور: تلونڈی:** بنت اصغر علی۔

مہمان کے 5 حقوق

بنتِ امیر حیدر (درجہ خامسہ، فیضان ام عطار گلبہار، سیالکوٹ)

امام نَوَوِی فرماتے ہیں: مہمان نوازی آدابِ اسلام، انبیائے کرام علیہم السلام اور نیک لوگوں کی سنت ہے۔[1] مہمان اللہ پاک کی رحمت ہوتے ہیں۔ جہاں پڑوسی کے دوسرے پڑوسی پر حقوق ہیں وہیں مہمان کے میزبان پر بھی حقوق ہیں۔ مہمان نوازی کی ترغیب دلاتے ہوئے پیارے آقا صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو اللہ پاک اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے، اسے چاہئے کہ وہ اپنے مہمان کی عزت کرے، اس کا جائزہ ایک دن رات ہے (یعنی ایک دن اس کی پوری مہمان نوازی کرے، اپنی حیثیت کے مطابق اس کے لیے پُر تکلف کھانا تیار کرائے) اور مہمانی تین دن ہے (یعنی ایک دن کے بعد جو موجود ہو وہ پیش کرے) اور تین دن کے بعد صدقہ ہے۔[2]

حضرت ابراہیم کی مہمان نوازی حضرت ابراہیم علیہ السلام بہت ہی مہمان نواز تھے، بغیر مہمان کے کھانا نہ کھاتے تھے۔[3]

آیئے! مہمان کے چند حقوق کے متعلق پڑھتی ہیں تاکہ ہمارے اندر بھی ان حقوق کو ادا کرنے کا جذبہ پیدا ہو۔ چنانچہ

مہمانوں کا استقبال کرنا مہمان کا استقبال کرنا سنت سے ثابت ہے۔ چنانچہ نبیِ پاک صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے پاس جب عبدُ القیس کا وفد آیا تو آپ نے ارشاد فرمایا: وفد کو خوش آمدید! ان لوگوں کے لئے نہ رسوائی ہے نہ ہی شرمندگی۔[4]

مہمان کی عزت کرنا مہمان کی عزت کرنا اس کا حق ہے۔ لہٰذا مہمان کی عزت کرنی چاہئے۔ چنانچہ تفسیرِ خازن میں ہے: حضرت لوط علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا: یہ (فرشتے) میرے مہمان ہیں اور مہمان کی عزت کرنا لازم ہوتا ہے۔ لہٰذا تم اُن کی بے حرمتی کا ارادہ کر کے مجھے شرمندہ نہ کرو کہ مہمان کی رسوائی میزبان کے لئے شرمندگی کا سبب ہوتی ہے۔[5] اس سے معلوم ہوا کہ مہمان کی عزت و احترام اور خاطر تواضع کرنا انبیائے کرام علیہم السلام کی سنت ہے اگرچہ میزبان اس سے آگاہ بھی نہ ہو۔[6]

تنگ دلی کا مظاہرہ نہ کرنا مہمان کو دیکھ کر منہ نہ بگاڑا جائے کہ اب مہمان آگئے ہیں تو اخراجات کرنے پڑیں گے، بلکہ دل بڑا رکھ کر اللہ پاک کے اس فرمان کو اپنے پیشِ نظر رکھئے۔ چنانچہ فرمانِ باری ہے: وَ اَقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا (پ29، المزمل:20)

ترجمہ: اور اللہ کو اچھا قرض دو۔

حضرت عبدُ اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: اس قرض سے مراد زکوٰۃ کے علاوہ راہِ خدا میں خرچ کرنا ہے جیسے رشتہ داروں سے اچھا سلوک کرنے میں اور مہمان نوازی کرنے میں خرچ کرنا۔[7] جبکہ حدیثِ پاک میں ہے: جب کسی کے یہاں مہمان آتا ہے تو اپنا رزق لے کر آتا ہے اور جب جاتا ہے تو ان کے گناہ بخشے جانے کا سبب ہوتا ہے۔[8]

کھانا پیش کرنا میزبان کو چاہیے کہ مہمان کو کھانا پیش کرے اور وقتاً فوقتاً کہتا رہے کہ اور لے لیجئے۔ اگر مہمان میزبان کے ساتھ کھانا کھائے تو میزبان سے پہلے کھانے سے ہاتھ نہ اٹھائے۔

مہمان کو الوداع کرنا میزبان دروازے تک چھوڑنے جائے اور دوبارہ آنے کی دعوت دے۔ جیسا کہ فرمانِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم ہے: سنت یہ ہے کہ آدمی مہمان کو دروازے تک رخصت کرنے جائے۔[9] مہمان ملاقاتی کو دروازے تک پہنچانے میں اس کا احترام ہے، پڑوسیوں کا اطمینان کہ وہ جان لیں گے کہ ان کا دوست عزیز آیا ہے کوئی اجنبی نہ آیا تھا۔ اس میں اور بہت حکمتیں ہیں آنے والے کی کبھی محبت میں کھڑا ہو جانا بھی سنت ہے۔[10] اللہ پاک ہم سب کو تمام مسلمانوں بالخصوص مہمان کے حقوق صحیح معنیٰ میں ادا کرنے کی سعادت عطا فرمائے۔ اٰمِین بِجاہِ النّبیِّ الْاَمین صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم

مصیبتیں آنے کے اسباب

بنتِ بشیر احمد (درجۂ خامسہ، طارق بن زیاد کالونی، ساہیوال)

ہر وہ ناپسندیدہ چیز جو آزمائش میں ڈالے مصیبت کہلاتی ہے۔ مصیبتیں اور آزمائشیں آنے کے کئی اسباب ہیں جن میں مرضیِ الٰہی شامل ہوتی ہے۔ اللہ پاک اپنے نیک بندوں اور بندیوں کو آزمائشوں میں مبتلا فرماتا ہے تاکہ اپنے قرب کی لذت سے نوازے۔ بعض اوقات یہ مصیبتیں گناہوں کی سیاہی مٹا کر بلند درجات کی طرف لے جانے کے لیے ہوتی ہیں۔ الغرض مصیبتیں آنے کے کئی اسباب ہوتے ہیں، جن میں سے چند اسباب پیشِ خدمت ہیں:

مخلص مومن اور منافق میں امتیاز اللہ پاک قرآنِ پاک میں ارشاد فرماتا ہے: اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ یُّتْرَكُوْۤا اَنْ یَّقُوْلُوْۤا اٰمَنَّا وَ هُمْ لَا یُفْتَنُوْنَ(۲) (پ20، العنکبوت:2) ترجمہ: کیا لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ انہیں صرف اتنی بات پر چھوڑ دیا جائے گا کہ وہ کہتے ہیں ہم ”ایمان لائے“ اور انہیں آزمایا نہیں جائے گا؟

تفسیر صراط الجنان میں ہے: ارشاد فرمایا: کیا لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ انہیں صرف اتنی بات پر چھوڑ دیا جائے گا کہ وہ کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے اور انہیں شدید تکالیف، مختلف اقسام کے مصائب، عبادات کے ذوق، شہوات چھوڑنے اور جان و مال میں طرح طرح کی مشکلات سے آزمایا نہیں جائے گا؟ انہیں ضرور آزمایا جائے گا تاکہ ان کے ایمان کی حقیقت خوب ظاہر ہو اور مخلص مومن اور منافق میں امتیاز ہو۔[11]

بھلائی کا ارادہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ پاک جس سے بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اسے مصیبت میں مبتلا فرما دیتا ہے۔[12]

گناہوں کا کفارہ رسولِ پاک صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مسلمان کو آزمائش میں ڈالا جاتا ہے تاکہ یہ آزمائش اس کے لیے گناہوں کا کفارہ بن جائے۔[13]

محبتِ الٰہی کا ذریعہ جب اللہ پاک کسی بندے سے محبت فرماتا ہے یا اسے اپنا دوست بنانے کا ارادہ فرماتا ہے تو اس پر آزمائشوں کی بارش فرما دیتا ہے۔[14]

ثواب کی زیادتی نبی اکرم صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم نے فرمایا: ثواب کی زیادتی مصیبتوں کی زیادتی پر موقوف ہے۔ اللہ پاک جب کسی قوم سے محبت فرماتا ہے اسے آزماتا ہے۔ تو جو راضی رہا اس کے لیے اللہ پاک کی رضا ہے اور جو ناخوش ہوا اس کے لیے ناراضی ہے۔[15] علامہ میرک رحمۃ اللہ علیہ اس کے تحت فرماتے ہیں: مصیبت کا آنا محبت کی علامت ہے۔ تو جو مصیبت آنے پر راضی رہا تو وہ اللہ پاک کا محبوب بندہ بن جاتا ہے اور جو مصیبت پر ناراض ہوا تو وہ اللہ پاک کا ناپسندیدہ بندہ بن جاتا ہے۔[16]

معلوم ہوا کہ مصیبتیں آنا بندۂ مومن کے حق میں اللہ پاک کی طرف سے رحمت ہے۔ اللہ پاک ہمیں مصیبتوں میں صبر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اٰمین

---

(1) شرح نووی، جزء:2/ 18 (2) بخاری، 4/ 136، حدیث:6135 (3) تفسیر خزائن العرفان، ص430 (4) بخاری، 4/ 149، حدیث:6176 (5) تفسیر خازن، 3/ 106 (6) تفسیر صراط الجنان، 5/ 250 (7) تفسیر خازن، 4/ 325 (8) کنز العمال، جزء9، 5/ 107، حدیث:25831 (9) ابنِ ماجہ، 4/ 52، حدیث:3358 (10) مراۃ المناجیح، 6/ 67 (11) تفسیر صراط الجنان، 7/ 341 (12) بخاری، 4/ 4، حدیث:5645 (13) شرح بخاری لابن بطال، 9/ 372 (14) ترغیب وترہیب، 4/ 142، حدیث:19 (15) ترمذی، 4/ 178، حدیث:2404 (16) مرقاۃ المفاتیح، 4/ 42، تحت الحدیث:1566

اسلامی بہنوں کی مدنی خبریں

شعبہ دعوتِ اسلامی کے شب و روز

مدرسۃ المدینہ بالغات، گلی گلی مدرسۃ المدینہ اور قرآن ٹیچر ٹریننگ کورس کے تحت تقسیمِ اسناد اجتماع

مدرسۃ المدینہ بالغات، گلی گلی مدرسۃ المدینہ، قرآن ٹیچر ٹریننگ کورس کے تحت تکمیلِ قرآن کرنے والی 3 ہزار 515 اسلامی بہنوں کیلئے 07 مارچ 2024ء کو کراچی سمیت پاکستان کے مختلف شہروں حیدر آباد، نواب شاہ، میر پور خاص، سکھر، لاڑکانہ، رحیم یار خان، بہاولپور، ملتان، ڈیرہ غازی خان، فیصل آباد، ساہیوال، پاکپتن، لاہور، گجرانوالہ، راولپنڈی، اسلام آباد، ڈیرہ اسماعیل خان، پشاور، کشمیر اس کے علاوہ ملک کے دیگر شہروں میں تقریبِ اسناد اجتماع کا انعقاد کیا گیا۔ اجتماعات میں ان تینوں شعبوں سے وابستہ ذمہ داران اور طالبات کی سرپرستوں کے سمیت کثیر تعداد میں مقامی اسلامی بہنیں شریک ہوئیں۔ اجتماع میں تکمیلِ قرآن اور ناظرہ قرآن کورس میں کامیاب طالبات کی حوصلہ افزائی کرتے ہوئے انہیں اسناد دی گئیں نیز تحائف اور ردا پوشی کا سلسلہ ہوا۔ تقریبِ اسناد اجتماع سے بذریعہ آڈیو لنک نگران پاکستان مشاورت حاجی محمد شاہد عطاری نے ”محتاجی دور کرنے والی سورت“ کے موضوع پر سنتوں بھرا بیان کیا۔ اجتماعِ تقریبِ اسناد میں قرآنِ پاک کی تعلیم کو عام کرنے کے لئے اسلامی بہنوں کو تدریسی خدمات انجام دینے کے ساتھ نئے مدارس کھولنے اور سالانہ ڈونیشن جمع کروانے کا بھی ذہن دیا جس پر اسلامی بہنوں نے اپنی اچھی نیتوں کا اظہار کیا۔ اجتماع کے اختتام پر صاحبزادیِ عطار سلمہا الغفار نے دعا بھی فرمائی۔ واضح رہے کہ 3515 اسلامی بہنوں نے ناظرہ قرآنِ پاک مکمل کیا ہے جبکہ 21 ہزار 347 اسلامی بہنوں نے مدنی قاعدہ مکمل کیا۔

1، 2، 3 مارچ 2024ء کو فیضانِ صحابیات فیصل آباد میں پاکستان مشاورت ذمہ دار اسلامی بہنوں کا مدنی مشورہ

تفصیلات کے مطابق 1، 2 اور 3 مارچ 2024 بروز جمعہ، ہفتہ، اتوار فیضانِ صحابیات فیصل آباد میں پاک مشاورت و پاکستان سطح کی شعبہ ذمہ داران کا مدنی مشورہ ہوا جس میں پاکستان مشاورت ذمہ دار اسلامی بہن نے مختلف شعبہ جات کی ذمہ داران کے ساتھ دینی کاموں کے مسائل و تجاویز پر کلام کیا اور تقرریوں اور سوفٹ ویئر کارکردگیوں کا جائزہ لیا۔ ذمہ داران نے دینی کام بڑھانے کے لئے رائے و تجاویز پیش کیں۔

جامعۃ المدینہ دھوراجی کالونی کراچی میں سیشن

06 مارچ 2024ء کو جامعۃ المدینہ دھوراجی کالونی کراچی میں ”تخصص فی الدعوہ“ کرنے والی اسلامی بہنوں کے درمیان سیشن منعقد ہوا جس میں نگرانِ عالمی مجلس مشاورت اسلامی بہن نے ”علم و علماء کی اہمیت“ کے موضوع پر سنتوں بھرا بیان کیا۔ معلومات کے مطابق 06 مارچ کو تخصص کی کلاس کا آخری دن تھا، اس موقع پر صاحبزادیِ عطار سلمہا الغفار بھی موجود تھیں جنہوں نے تخصص فی الدعوہ میں نمایاں کارکردگی کی حامل اسلامی بہنوں کو تحائف دیئے اور اختتام پر دعا کروائی۔

اسلامی بہنوں کی مزید مدنی خبریں جاننے کے لئے
اس ویب سائٹ کا وزٹ کیجئے
news.dawateislami.net

اسلامی بہنوں کے 8 دینی کاموں کا اجمالی جائزہ

نیکی کی دعوت کو عام کرنے کے جذبے کے تحت اسلامی بہنوں کے نومبر 2023 کے دینی کاموں کی **کارکردگی**

دینی کام		نیشنل	انٹرنیشنل	ٹوٹل
انفرادی کوشش کے ذریعے دینی ماحول سے وابستہ ہونے والی اسلامی بہنیں		299057	1059036	1358093
روزانہ گھر درس دینے / سننے والیاں		34607	102021	136628
مدرسۃ المدینہ (بالغات)	مدارس المدینہ کی تعداد	4680	9017	13697
	پڑھنے والیاں	35018	94564	129582
ہفتہ وار سنتوں بھرے اجتماع	تعداد اجتماعات	5116	10700	15816
	شرکائے اجتماع	155423	429595	585018
ہفتہ وار مدنی مذاکرہ سننے والیاں		34967	118015	152982
ہفتہ وار علاقائی دورہ (شرکائے علاقائی دورہ)		12676	35927	48603
ہفتہ وار رسالہ پڑھنے / سننے والیاں		148713	768924	917637
وصول ہونے والے نیک اعمال کے رسائل		38388	94209	132597
مدنی کورسز	تعداد مدنی کورسز	163	866	1029
	شرکائے مدنی کورسز	3433	11274	14707

25واں تحریری مقابلہ عنوانات برائے جولائی 2024

1 حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اہلِ بیت سے محبت

2 والدین کی فرمانبرداری

3 والدین کے 5 حقوق

مضمون بھیجنے کی آخری تاریخ 20 اپریل 2024

مزید تفصیلات کے لئے اس نمبر پر رابطہ کریں صرف اسلامی بہنیں: +923486422931

فیضانِ صحابیات فیصل آباد

فیضان صحابیات آفیسر کالونی نمبر 1 سوساں روڈ مدینہ ٹاؤن فیصل آباد کا سنگِ بنیاد 2 جون 2022 کو رکھا گیا۔ خواتین کے اس مدنی مرکز کا باقاعدہ افتتاح 14 جون 2022 بروز منگل کو دعوتِ اسلامی کی مرکزی مجلسِ شوریٰ کے رکن اور پاکستان انتظامی کابینہ کے نگران حاجی محمد شاہد عطاری دامت برکاتہم العالیہ نے فرمایا۔ 11 مرلے پر محیط اس 2 منزلہ عمارت کو مدنی مرکز نے خرید کر وقف کیا ہے۔ اس عمارت میں 8 شعبہ جات قائم ہیں جبکہ مزید 4 آفسز کی گنجائش موجود ہے۔

ماہانہ اخراجات اس مدنی مرکز کے ماہانہ اخراجات تقریباً 8 لاکھ روپے ہیں۔

الحمدللہ خواتین کے اس مدنی مرکز میں پچھلے ڈیڑھ سال میں تقریباً 36 کورس ہوئے جن میں تقریباً 2000 خواتین نے شرکت کی۔

دینی کاموں کی کارکردگی

روحانی علاج کابستہ | مدنی مشورے | جزوقتی کورسز | گلی گلی مدرستہ المدینہ گرلز

مکتبۃ المدینہ گرلز | مدرستہ المدینہ بالغات | ہفتہ وار اجتماع

ib.darulsunnahpak@dawateislami.com